ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
19 تا 25 جولائی 2001ء

☆ آگرہ سربراہی کانفرنس کا حاصل! (اداریہ)

☆ مسئلہ کشمیر: پس منظر، پیش منظر اور ممکنہ حل (منبر و محراب)

☆ پاک بھارت مذاکرات ــــ ایک جائزہ، ایک تجزیہ (تجزیہ)

فی سبیل اللہ جہاد کس کا ہے؟

جہاد فی سبیل اللہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ جب نظامِ حکومت میں انقلاب برپا کرنے اور اسلامی نظریہ کے مطابق نیا نظام مرتب کرنے کے لئے جدوجہد کرنے اٹھے، تو اس قیام اور اس سربازی و جاں نثاری میں اس کی اپنی کوئی نفسانی غرض نہ ہونی چاہئے، اس کا یہ مقصد ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ قیصر کو ہٹا کر خود قیصر بن جائے۔ اپنی ذات کے لئے مال و دولت یا شہرت و ناموری یا عزت و جاہ حاصل کرنے کا شائبہ تک اس کی جدوجہد کے مقاصد میں شامل نہ ہونا چاہئے۔ اس کی تمام قربانیوں اور ساری محنتوں کا مدعا صرف یہ ہونا چاہئے کہ بندگانِ خدا کے درمیان ایک عادلانہ نظامِ زندگی قائم کیا جائے اور اس کے معاوضہ میں خدا کی خوشنودی کے سوا اور کچھ اس کو مطلوب نہ ہو۔ قرآن کہتا ہے:

''اہل ایمان خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں'' (النساء:۷۶)

طاغوت کا مصدر طغیان ہے جس کے معنی حد سے گزر جانے کے ہیں۔ دریا جب اپنی حد سے گزر جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ طغیانی آ گئی ہے۔ اسی طرح جب آدمی اپنی جائز حد سے گزر کر اس غرض کے لئے اپنی طاقت استعمال کرتا ہے کہ انسانوں کا خدا بن جائے یا اپنے مناسب حصہ سے زیادہ فوائد حاصل کرے تو یہ طاغوت کی راہ میں لڑنا ہے اور اس کے مقابلہ میں راہِ خدا کی جنگ وہ ہے جس کا مقصد صرف یہ ہو کہ اللہ کا قانونِ عدل دنیا میں قائم ہو، لڑنے والا خود بھی اس کی پابندی کرے اور دوسروں سے بھی اس کی پابندی کرائے۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ''راہ خدا کی جنگ سے کیا مراد ہے؟ اگر ایک شخص مال کے لئے جنگ کرتا ہے، دوسرا شخص بہادر کہلانے کے لئے جنگ کرتا ہے، تیسرے شخص کو کسی سے عداوت ہوتی ہے یا قومی حمیت کا جوش ہوتا ہے وہ اس لئے جنگ کرتا ہے تو ان میں سے کس کی جنگ فی سبیل اللہ ہے؟'' آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: ''کسی کی بھی نہیں، فی سبیل اللہ تو صرف اس شخص کی جنگ ہے جو خدا کا بول بالا کرنے کے سوا کوئی مقصد نہیں رکھتا۔''

(سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ''تفہیمات: حصہ اول'' سے ایک اقتباس)

X الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۲۶)

﴿اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْکٰفِرِیْنَ ۝ یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ کُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ ۙ وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝﴾

(آیات ۱۹، ۲۰)

''یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے' اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی ہے' کڑک کے مارے موت کے ڈر سے یہ لوگ اپنے کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے کافروں کا۔ قریب ہے کہ بجلی اچک لے ان کی آنکھیں' جب چمکتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں اس کی روشنی میں' اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں' اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان اور آنکھیں' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

ان دو آیات میں دوسرے گروہ کے لئے تمثیل آئی ہے۔ یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے زبانی طور پر تو ایمان کا راستہ اختیار کیا لیکن اس کے عملی تقاضے پورے نہ کر سکے۔ چنانچہ جب اللہ کے راستے میں نکلنے یا اس کی راہ میں خرچ کرنے کا معاملہ پیش آیا تو ان کے قدم ڈگمگا گئے۔ جس طرح انسان کسی اندھیری رات میں شدید گرج' چمک اور کڑک کے ساتھ موسلا دھار بارش کے دوران خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتا ہے کہ آواز کی شدت سے کہیں اس کی موت واقع نہ ہو جائے' اسی طرح منافقین ایک طرف تو تکالیف اور تہدیداتِ شرعیہ کو سن کر اور دوسری جانب اپنی خواری و رسوائی اور دنیاوی اغراض و مصلحتوں کا خیال کر کے عجیب کشمکش اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ گومگو کی اس کیفیت میں وہ مختلف تدبیروں اور حیلوں بہانوں سے اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت تمام اطراف سے کفار کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ اس کی گرفت سے کسی طرح بھی بچ نہیں سکتے۔

ہدایت اور گمراہی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا قاعدہ یہ ہے کہ چونکہ اس نے خلقی طور پر انسان میں نیکی اور بدی کی تمیز ڈال دی ہے لہٰذا انسان اپنی اس صلاحیت کی بناء پر جو راستہ بھی اپنے لئے منتخب کرتا ہے' اللہ تعالیٰ یہ راہ اس کے لئے کشادہ کرتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو ان منافقین سے بھی وہی سلوک کرتا جو کفار کے ساتھ کیا گیا' یعنی باطنی طور پر ان کی سماعت' بصارت اور گویائی سلب کرنے کے بعد ان کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی' کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصے کے لئے منافقین کو اسی دوغلے پن میں مبتلا رکھا۔ چنانچہ اب منافقین کی یہ حالت ہے کہ وہ نورِ اسلام سے متاثر ہو کر اور وعیدِ عذاب سے متنبہ ہو کر ظاہر میں تو صراطِ مستقیم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن جب کوئی اذیت و مشقت اور ابتلاء و آزمائش نظر آتی ہے تو ان کے قدم رکنے لگتے ہیں اور وہ معصیت اور کفر پر اڑ جاتے ہیں' بالکل اسی طرح جیسے کہ تاریک شب میں شدید بارش کے دوران جب بجلی چمکتی ہے تو انسان دو قدم چل لیتا ہے لیکن اندھیرا ہو جانے پر پھر وہیں کھڑا رہ جاتا ہے۔

فرمانِ نبوی

چوہدری رحمت اللہ بٹر

قیامت کی علامات

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ الْهَرْجُ)) قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ؟ قَالَ: ((اَلْقَتْلُ اِنَّهُ لَیْسَ بِقَتْلِ الْمُشْرِکِیْنَ وَلٰکِنْ یَقْتُلُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا حَتّٰی یَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهُ وَیَقْتُلَ اَخَاهُ وَیَقْتُلَ عَمَّهُ وَیَقْتُلَ ابْنَ عَمِّهِ)) قَالُوْا وَمَعَنَا عُقُوْلُنَا یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: ((اِنَّهُ لَا تُنْزَعُ عُقُوْلُ اَهْلِ ذٰلِکَ الزَّمَانِ وَیَخْلُفُ لَهُ هَبَاءٌ مِنَ النَّاسِ یَحْسَبُ اَکْثَرُهُمْ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ وَلَیْسُوْا عَلٰی شَیْءٍ))

''ابوموسیٰ الاشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے ہرج ہوگا۔'' پوچھا گیا کہ: ''اے اللہ کے رسول! ہرج کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''قتل کرنا۔ یہ قتل کرنا مشرکین کو قتل کرنا نہ ہوگا بلکہ تم میں سے بعض بعض کو قتل کریں گے یہاں تک کہ آدمی اپنے پڑوسی' اپنے بھائی' اپنے چچا اور چچا کے بیٹوں کو قتل کرے گا''۔ صحابہ نے عرض کی: ''کیا اس وقت ہماری عقلیں ہمارے پاس ہی ہوں گی؟'' آپؐ نے فرمایا: ''اس زمانے کے لوگوں کی عقل ماری جائے گی اور بے عقل ہی باقی رہ جائیں گے اور ان میں سے اکثر یہ گمان کرتے ہوں گے کہ وہ کسی چیز (دین) پر ہیں لیکن وہ کسی چیز پر نہ ہوں گے''۔

اللہ تعالیٰ نے تو انسانوں کو رشتہ اخوت میں جوڑ کر ایک دوسرے کا دست و بازو بنایا ہے اور خونی رشتوں کی اہمیت اور خاص کر پڑوسی کی حیثیت کو بہت نمایاں کیا ہے۔ لیکن انسان جب انسانیت سے گرتا ہے اور آخرت کے بارے میں مختلف تمناؤں اور آرزوؤں کے سہارے بے خوف ہو جاتا ہے تو سب سے بڑھ کر اس کا ظلم اسی دائرے میں ہوتا ہے' کیونکہ یہاں اسے کچھ دسترس حاصل ہوتی ہے۔ انسان صرف مفادات کا بندہ بن جاتا ہے اور اپنے بھائی اور چچا کو صرف مال کا وارث بننے کے لئے راستے سے ہٹانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ آج دیکھ لیجئے کہ اکثر و بیشتر قتل صرف زیادہ سے زیادہ زمین اور وراثت کو حاصل کرنے کی خاطر کئے جاتے ہیں اور زر' زمین اور زن ہی اصل اہمیت کے حامل بن گئے ہیں اور خون سفید ہو گیا ہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ قتل کرنے والے اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھتے ہیں' حالانکہ قرآن مجید کی رُو سے ایک مسلمان کا قتل جہنم میں ابدی داخلے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ لیکن اس دنیا کی عزت اور وقار اور یہاں کی آسائشیں اتنی اہمیت حاصل کر گئی ہیں کہ آخرت کا خوف رہا ہی نہیں' یا پھر اس کے بارے میں مختلف سہاروں کی آرزوئیں ہمیں بے خوف کئے ہوئے ہیں کہ جنت تو گویا ہمارا پیدائشی حق ہے' حالانکہ وہ سب من گھڑت اور اپنے ہی خیالی پلاؤ ہوتے ہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 26
19 تا 25 جولائی 2001ء
(۲۶ ربیع الثانی تا ۲ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم
مدیر : حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے
زرتعاون (اندورن پاکستان) :
سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے
سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت'
بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آگرہ سربراہی کانفرنس کا حاصل!

آگرہ میں ہونے والے پاک بھارت مذاکرات میں کسی مشترک اعلامیئے پر طرفین کا اتفاق نہ ہوسکا اور کشمیر کے حل کے ضمن میں جو توقعات وابستہ کی گئی تھیں' وہ پوری نہ ہوسکیں لہٰذا عام تاثر یہی ہے کہ یہ مذاکرات بے نتیجہ اور ناکام رہے۔

تاہم اگر حقیقت پسندانہ انداز میں جائزہ لیا جائے اور چند ماہ قبل کی صورت حال کو ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے کہ جب انڈیا مشرف حکومت کے منہ سے مذاکرات کا نام سننے کا روادار نہ تھا اور کشمیر کے مسئلہ پر بات کرنا تو درکنار 'کوئی بات سننا بھی اسے گوارا نہ تھا' تو یقیناً دل کو ڈھارس بندھتی ہے اور حالیہ مذاکرات کی ناکامی میں بھی ''گر جیت گئے تو کیا کہنا' ہارے بھی تو بازی مات نہیں'' کی جھلک محسوس ہوتی ہے۔ اس ضمن میں داعیٔ تحریک خلافت پاکستان اور امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کا توازن و اعتدال پر مبنی بیان جو اخبارات کو جاری کیا گیا' ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے جسے بجا طور پر ''ندائے خلافت'' کے موقف کا حقیقی آئینہ دار قرار دیا جاسکتا ہے۔

''امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے حالیہ آگرہ سربراہ کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگرچہ اس کے خوش کن نتائج سامنے نہیں آئے' جس کی ایک بڑی وجہ بھارتی کابینہ میں شدت پسند عناصر کی موجودگی اور جنرل پرویز مشرف کے مقابلہ میں وزیر اعظم واجپائی کے اختیارات کا محدود ہونا ہو' تاہم اسے ناکام قرار دینا بھی درست نہ ہوگا۔ بلکہ جیسا کہ اکثر حلقوں کی جانب سے خیال ظاہر کیا جارہا ہے' کارگل کی جنگ سے دونوں ممالک کے درمیان ایک دم دشمنی اور سرد مہری میں جو اضافہ ہوگیا تھا اسے کم کرنے میں مدد ملی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ جنگ اور دشمنی کی باتیں دونوں میں سے کسی بھی ملک کے مفاد میں نہیں ہیں' دونوں کے ہاں غربت اور پسماندگی کا دور دورہ ہے جس پر قابو پانے کے لئے پرامن ماحول کی ضرورت ہے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ اس وقت امید کی جو کرن نظر آئی ہے اسے دونوں ممالک میں خاص اہمیت دی جائے گی اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپس میں اعتماد اور بہتر تعلقات کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس جانب توجہ دلاتے ہوئے کہا ہے کہ قائداعظم اور علامہ اقبال' دونوں کے پیش نظر بھارت اور پاکستان کے درمیان قریبی اور خوشگوار تعلقات کا قیام تھا جس کی طرف کسی قدر پیش رفت کے آثار پیدا ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جناب پرویز مشرف کے قائدانہ کردار کی بھی تعریف کی جنہوں نے اس موقع پر بہت ہی پرعزم اور پروقار طریقہ سے ملک کی نمائندگی کی ہے۔ اس سے اندرون اور بیرون ملک ان کی شخصیت نکھر کر سامنے آئی ہے جبکہ ان کے مقابلہ میں بھارت کے وزیر اعظم کئی اعتبارات سے فوقیت کے حامل ہونے کے باوجود کم تر دکھائی دیئے ہیں۔ بہرکیف حالیہ سربراہی ملاقات کے نتیجے میں بین الاقوامی سطح پر کشمیر ایک اہم مسئلہ کی صورت میں دنیا میں اجاگر ہوا اور مشترکہ بیان جاری نہ ہونے کی وجہ سے بھارت کی پوزیشن عالمی رائے عامہ کے سامنے کمزور ہوئی۔''

توسیعی مشاورت ـــــ اہم اعلان

تنظیم اسلامی کے تحت توسیعی مشاورت کا ایک اجلاس ان شاء العزیز ۱۴ اگست ۲۰۰۱ء صبح ۹ بجے تا نماز ظہر مرکزی دفتر تنظیم اسلامی گڑھی شاہو' لاہور میں منعقد ہوگا۔

☆ اجلاس میں جملہ رفقاء تنظیم کو شرکت کی اجازت اور تنظیم اسلامی کی پالیسی اور طریق کار پر اظہار خیال کی آزادی ہوگی' لیکن ذاتی تنقید یا محاسبہ صرف امیر تنظیم کا کیا جاسکے گا۔ اس کے لئے دستور تنظیم کی دفعات ۱۰' ۱۱ میں ''اختلاف اور ذاتی تنقید و محاسبہ کے حقوق و آداب'' کا مطالعہ مناسب رہے گا۔

☆ اظہار خیال کا حق صرف ان رفقاء کو حاصل ہوگا جو اجلاس شروع ہونے سے قبل یا زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ تاخیر سے (۱۰ بجے صبح تک) پہنچ جائیں گے۔

☆ اگر ضروری ہوا تو اجلاس کی ایک نشست شام کے اوقات میں بھی ہوسکے گی۔ اظہار خیال کے متمنی رفقاء اپنے نام قبل از وقت نوٹ کروادیں۔

المعلن: ڈاکٹر عبدالخالق' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی

مسئلہ کشمیر: پس منظر' پیش منظر اور اس کا ممکنہ حل

اگر ہم نے اللہ سے وعدہ خلافی نہ کی ہوتی تو نصرت خداوندی کے بل بوتے پر بھارت سے باآسانی نمٹ سکتے تھے اور مسئلہ کشمیر کب کا حل ہو گیا ہوتا۔

ہندوستان کی تقسیم کے فارمولے کی رو سے پورے کشمیر پر پاکستان کا حق ہے

ہندو کی تنگ نظر ذہنیت کے پیش نظر مسئلہ کشمیر حل ہوتا نظر نہیں آتا

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۳ جولائی کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مسئلہ کشمیر جنوبی ایشیا کا ایسا ناسور ہے جس سے پچاس برس سے خون اور پیپ بہہ رہا ہے۔ دونوں ممالک کی طرف سے ہزاروں انسانی جانیں اس مسئلے کے حل نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہوئی ہیں اور ان ممالک کے وہ وسائل جو اپنے مسائل کے حل میں لگنے چاہئیں تھے وہ اس تنازعے کی نذر ہو رہے ہیں۔

پاکستان اور بھارت کے ایٹمی طاقت بننے کے بعد عالمی طور پر یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں اس مسئلے کی وجہ سے اس خطے میں ایٹمی جنگ نہ چھڑ جائے۔ ان حالات میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں ہو سکتا جو اس مسئلے کے حل کا آرزومند نہ ہو' صرف ترجیحات مختلف ہو سکتی ہیں۔ عوام کی بہبود اور اس علاقے کی سلامتی کے حوالے سے بھی اس مسئلے کا حل ہونا ضروری ہے۔

اس بات میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ پاکستان کا پورے کشمیر پر حق ہے۔ زیادہ سے زیادہ استثناء یہ ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کی تقسیم کے اصول کے مطابق کشمیر کے مسلم اکثریتی علاقے پاکستان میں اور ہندو اکثریتی علاقے جو بھارت سے ملحق ہوں بھارت میں ضم کر دیئے جائیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ اب تک حل کیوں نہیں ہو سکا؟ اس کے حل نہ ہونے کا سب سے بڑا سبب بھارت کی ہٹ دھرمی اور اس علاقے پر اپنا استعمار قائم کرنے کی خواہش ہے۔ دوسری بڑی وجہ ہندو مسلم دشمنی ہے۔ اس دشمنی کی پشت پر تین عوامل ہیں۔ پہلا عامل ہندو کی فطری تنگ نظری ہے جس میں مزید اضافہ ہوا کہ مسلمانوں نے ان پر کئی صدیاں حکومت کی۔ چنانچہ ہندوؤں میں اس محکومی کا ردعمل مسلم دشمنی کی صورت میں ہوا۔ علاوہ ازیں انگریز نے اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے Divide and Rule کے اصول کے تحت ہندو مسلم کشیدگی میں اضافہ کیا۔ گویا انگریز نے ہندو مسلم دشمنی میں اضافے کے لئے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

تیسرے یہ کہ انگریز نے یہاں سے جاتے جاتے کشمیر کا مسئلہ جان بوجھ کر پیدا کیا۔ کیونکہ انگریز نے اس ملک کو خوب لوٹا تھا جس کے باعث ہندوؤں اور مسلمانوں کو اس سے مشترکہ طور پر نفرت تھی۔ لہٰذا انگریز نے سازش کے ذریعے مسئلہ کشمیر پیدا کیا تاکہ یہ دونوں آپس میں لڑیں' ان کے انتقامی جذبات ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوں اور ہماری طرف نہ مڑیں' بلکہ ہمارے دوست بن کر رہیں۔

اس معاملے کا دوسرا رخ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس مسئلے کے الجھنے میں ہماری اپنی غلطیاں بھی ہیں۔ ہماری سب سے بڑی غلطی یا جرم یہ ہے کہ ہم نے ملک میں نفاذ اسلام سے گریز کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم اللہ کی مدد سے محروم ہو گئے۔ اللہ سے وعدہ خلافی کے اس جرم کے باعث قوم نفاق کا شکار ہو گئی۔ پاکستان کے قیام کے صرف ۲۵ برس بعد سزا کے طور پر اللہ نے مشرقی پاکستان کو جدا کر کے ہماری پیٹھ پر عذاب کا پہلا کوڑا برسایا۔

اگر ہم نے دین نافذ کیا ہوتا تو اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہوتی اور کشمیر پر چونکہ ہمارا حق ہے تو ہمیں کسی کا ڈر نہ ہوتا' جیسا کہ قرآن میں ہے:

''اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا لیکن اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے گا۔ اہل ایمان کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے''۔

(آل عمران:۱۶۰)

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے:

''کتنی ہی ایسی چھوٹی جمعیتوں نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر فتح حاصل کی اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ (آیت:۲۴۹)

یہ فتح اللہ کی مدد کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر ہم نے اللہ سے وعدہ خلافی اور اس کے دین سے بے وفائی نہ کی ہوتی تو نصرت خداوندی کے بل بوتے پر بھارت سے باآسانی نمٹ سکتے تھے اور مسئلہ کشمیر کب کا حل ہو گیا ہوتا۔ لیکن اللہ کی مدد ساتھ نہ ہونے کے باعث آج ہم اس پوزیشن میں نہیں۔

اسی حوالے سے ایک بات مولانا مودودی نے کہی تھی کہ اگر کسی اسلامی حکومت کے کافروں کے ساتھ معاہدے ہوں تو انہیں ان معاہدوں کے ہوتے ہوئے درپردہ اس کے خلاف کارروائی نہیں کرنی چاہئے۔ یعنی یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جنگ بندی کا معاہدہ بھی برقرار رہے اور اس ملک کے خلاف خفیہ طور پر اقدام بھی کریں' یہ خیانت ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔ قرآن کا قانون یہ ہے کہ ہمیں جنگ میں بھی اخلاقیات اور دینی اصولوں کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ لہٰذا پاکستان کو بھارت کے خلاف کھلم کھلا اعلان جنگ کرنا چاہئے' خفیہ جنگ جائز نہیں۔ ان کی یہ بات اصولی اعتبار سے صد فیصد درست تھی لیکن عملی انطباق درست نہ تھا۔ کیونکہ ہمارا ارادہ من حیث القوم اسلام پر چلنے

کا تھا ہی نہیں بلکہ ہم انگریز کے چھوڑے ہوئے باطل نظام کو سینے سے لگائے رکھنے پر مصر تھے لہٰذا ایک اسلامی حکومت کے اصول کو یہاں منطبق کرنا درست نہ تھا۔ ہاں اگر ہم نے اللہ کے ساتھ وفاداری کا تعلق استوار کیا ہوتا تو بات دوسری تھی اور جنگ کی صورت میں بھارت ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتا تھا۔

اس بڑی غلطی کے ساتھ ہم نے پانچ مزید چھوٹی غلطیاں کیں۔ پہلی غلطی یہ تھی کہ تقسیم کے وقت کانگریس کا موقف تھا کہ ریاستوں کے الحاق کے حوالے سے فیصلہ وہاں کے عوام کریں گے جبکہ مسلم لیگ نے اس بات پر زور دیا کہ ریاستوں کے راجوں مہاراجوں کو یہ اختیار دیا جائے' دراصل مسلم لیگ کی نگاہ حیدرآباد اور جوناگڑھ کی ریاستوں پر تھی' لیکن اس مطالبے کا نقصان یہ ہوا کہ کشمیر کے راجہ ہری سنگھ نے بھارت کے ساتھ الحاق کا فیصلہ دے دیا۔ حالانکہ اگر عوام کو فیصلے کا حق ملتا تو کشمیری عوام یقینی طور پر پاکستان کے حق میں فیصلہ دیتے۔

دوسری غلطی باؤنڈری کمیشن ایوارڈ کی پیشگی منظوری دینا تھا۔ دراصل پیشگی منظوری لینے کا فیصلہ مسئلہ کشمیر پیدا کرنے کی برطانوی سازش کا حصہ تھا۔ اگرچہ یہ فیصلہ قائد اعظم نے شدید دباؤ اور صدمے کے تحت کیا تھا لیکن اسی فیصلے کے حوالے سے باؤنڈری کمیشن ایوارڈ نے دھاندلی کرتے ہوئے بھارت کے لئے کشمیر پر قبضہ کرنے کی راہ ہموار کی۔

تیسری چوک ہم سے یہ ہوئی کہ اگر ہم تقسیم کے فوراً بعد بھارت کی دھاندلی کے جواب میں رواجی سیاسی ہتھکنڈوں کے تحت کشمیر میں اپنی فوجیں داخل کر دیتے تو آج یہ مسئلہ پیدا نہ ہوتا لیکن اس وقت جنرل گریسی آڑے آئے۔

اسی طرح رواجی سیاست کے اصولوں کے مطابق ۱۹۶۲ء میں جب ہندوستان چین کے ساتھ سرحدی جھڑپوں میں الجھا ہوا تھا' اگر ہم کشمیر میں فوج داخل کرنے کی ہمت کرتے تو بہت آسانی سے کشمیر پر ہمارا قبضہ ہو سکتا تھا۔ اگرچہ اسلامی اصولوں کے مطابق یہ بھی درست نہ ہوتا لیکن یہ گولڈن چانس ہم نے ضائع کیا۔

۱۹۶۵ء میں پانچویں غلطی ہم سے یہ ہوئی کہ ہم نے مقامی مدد کے بغیر کشمیر میں کمانڈوز اتار دیئے۔ چنانچہ غلط سفارتی اندازوں کے باعث یہ مہم ناکام ہو گئی اور ہمیں اپنے کمانڈوز گنوانے پڑے۔ بعدازاں یہی غلطی پاک بھارت جنگ کا سبب بن گئی۔

چونکہ اللہ کی نصرت و تائید ہمیں حاصل نہیں ہے لہٰذا ہم جنگی عدم توازن کے باعث بھارت سے آل آؤٹ وار کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ البتہ پچھلے چند سالوں سے کچھ ایسے واقعات ہوئے کہ یہ مسئلہ دوبارہ زندہ ہو گیا۔ اعلان لاہور سے یہ مسئلہ شروع ہوا جو نواز حکومت کے خاتمے کے باعث مردہ ہو گیا۔ پھر جنرل پرویز مشرف آئے جنہوں نے رٹ لگائی کہ وہ کسی بھی جگہ کسی بھی وقت مذاکرات کرنے کو تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کشمیر اولین مسئلہ ہو گا۔ جواباً بھارت کا رویہ سخت تھا۔ اب اچانک بھارت کے رویئے میں تبدیلی آئی ہے جس پر دنیا بھی حیران ہے۔ اس دوران جہادی تحریکوں کا واقعتاً بڑا موثر رول رہا۔ حالیہ مذاکرات کا یہ موقع بہت حد تک مجاہدین کی قربانیوں کا مرہون منت ہے۔ بھارتی فوج کا مورال گر چکا ہے اور ان میں تکان پیدا ہو گئی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ بھارتی فوج کا چیف کہہ اٹھا ہے کہ مسئلہ کشمیر کا کوئی فوجی حل نہیں' اس کا سیاسی حل ہونا چاہئے جو کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے۔ بھارت کے رویہ میں تبدیلی کے کچھ خارجی عوامل بھی ہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر جو اصلاً یہودیوں کا منصوبہ ہے اس کی تکمیل میں انہیں سب سے بڑی رکاوٹ چین نظر آتا ہے۔ لہٰذا وہ چائنہ کو روکنا چاہتے ہیں اس کے لئے انہیں سب سے بڑا مہرہ بھارت نظر آتا ہے۔ دوسری طرف چین اور پاکستان کے تعلقات قدیم بھی ہیں اور بھارت کے رویئے کے ردعمل میں چین اور پاکستان مزید قریب آ رہے ہیں جبکہ چین کا بحیرۂ احمر تک پہنچ جانا امریکہ کے لئے ریڈ سگنل ہے اور اس معاملے نے امریکہ کو پریشان کر دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ امریکہ کی پالیسی' جس کی پشت پر یہودی ہیں یہ ہے کہ بھارت سب سے پہلے اپنے پڑوسی ممالک سے تعلقات درست کرے اور اس علاقے میں مصالحانہ کردار ادا کرتے ہوئے اپنا بڑا بھائی ہونے کا رول ادا کرے۔ تاکہ اپنے پڑوسی ممالک کو اپنا دوست بنا کر امریکہ کی شہ پر چین کے مقابلے کے لئے کھڑا ہو سکے۔ اس کے نتیجے میں بھارت کو سیکورٹی کونسل کی رکنیت کی امید دلائی گئی ہے۔ امریکہ کی پاکستان کے بارے میں پالیسی یہ ہے کہ پاکستان چین سے دور ہو جائے یا کم از کم نیوٹرل ہو جائے۔ ان حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالیہ مذاکرات کے نتیجے میں کشمیر کے کسی قابل عمل حل کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

پوری دنیا کی توجہ ان مذاکرات پر لگی ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ بھی اندیشہ ہے کہ بھارت کی ہٹ دھرمی کے ماضی کے تجربات کی روشنی میں یہ مسئلہ حل نہ ہو۔ بھارت کی ذہنیت کے حوالے سے اگرچہ امید نہیں ہے البتہ داخلی و خارجی حالات سے اس مسئلے کے حل کی کچھ امید ہو چلی ہے۔ تاہم ہمیں ایک تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کشمیر کے دیرینہ مسئلے کے حل کے لئے کوششیں کرنی چاہئیں۔ دوسرے یہ کہ چین کے ساتھ اپنے دیرینہ دوستانہ روابط کو منقطع نہیں کرنا چاہئے۔ اگر بھارت کشمیر کو متنازعہ علاقہ تسلیم کر کے اسے چھ ماہ میں بھی حل کرنے کا وعدہ کر لے تو یہ بھی بہت بڑی کامیابی ہو گی۔ بہر حال ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے اور کچھ نہ کچھ پیش رفت ہو۔ امن و سلامتی کی فضا پیدا ہو اور دونوں ممالک اپنے وسائل سے اپنے عوام کے مسائل کے حل کے لئے استعمال کریں۔

میرے نزدیک مسئلہ کشمیر کا قابل قبول اور ممکنہ حل یہ ہے کہ تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کے طور پر کچھ لو کچھ دو کے اصول پر بھارت سے ملحقہ ہندو اکثریتی علاقے یعنی جموں اور لداخ کے وہ اضلاع جہاں ہندو اور بدھ اکثریت میں ہیں بھارت میں مدغم کر دیئے جائیں جبکہ پاکستان سے ملحق مسلم اکثریتی علاقے یعنی موجودہ آزاد کشمیر اور گلگت و بلتستان کا سارا علاقہ مستقلاً پاکستان کا حصہ بنا دیا جائے جبکہ وادیٔ کشمیر میں استصواب رائے کرا لیا جائے اور اگر انہیں تھرڈ آپشن بھی دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ استصواب رائے کی صورت میں وادی کے نوے فی صد لوگ پاکستان سے الحاق کے حق میں ووٹ دیں گے۔ بالفرض اگر وادی کے عوام آزادی کے حق میں رائے دیں تو انہیں داخلی طور پر تو مکمل آزادی ہو لیکن اس کے خارجہ معاملات بھارت اور پاکستان مشترکہ طور پر چلائیں تاکہ کسی بیرونی طاقت کو یہاں قدم جمانے کا موقع نہ ملے۔ دنیا میں اس کی ایک مثال یورپ میں ''اینڈورا'' نامی ریاست کی صورت میں موجود ہے جس پر فرانس اور سپین کی مشترکہ حکمرانی ہے۔ مسئلہ کشمیر کے حل کے ضمن میں میری یہ رائے کم و بیش دس برس پرانی ہے اور اس ضمن میں ۱۹۹۵ء کا میرا بیان ریکارڈ پر موجود ہے جبکہ امریکی ہاورڈ یونیورسٹی کے تھنک ٹینک نے میری اسی رائے سے ملتی جلتی تقسیم کشمیر کی تجویز گزشتہ سال دی تھی لہٰذا بعض اخبارات کا یہ کہنا صریحاً خلاف واقعہ ہے کہ میری یہ رائے امریکہ سے درآمد شدہ ہے۔

بہر حال کشمیر کے مسئلہ کا جو بھی حل ہو ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ یو این او اور امریکہ کی مداخلت کے بغیر ہو کیونکہ ماضی میں امریکہ کی خواہش رہی ہے کہ وہ پاکستان' افغانستان' چین اور وسطی ایشیائی ریاستوں کو کنٹرول کرنے کے لئے خود مختار کشمیر کے قیام کے ذریعے یہاں اپنے فوجی اڈے قائم کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ہمیشہ خود مختار کشمیر کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہمیں آزاد کشمیر' گلگت اور بلتستان کے علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑیں گے' اگرچہ مقبوضہ و آزاد کشمیر دونوں طرف ایسے لوگ موجود ہیں جو کشمیر کی مکمل آزادی کے حق میں ہیں اور بھارت کے ساتھ پاکستان کے کشمیر کے قبضے کو غاصبانہ قرار دیتے ہیں۔ خود مختار کشمیر کے قیام کی صورت میں شاہراہ ریشم ہمارے ہاتھ سے نکل جانے کے باعث چین سے ہمارا رابطہ منقطع ہو

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

پاک بھارت سربراہ مذاکرات ـــــ ایک جائزہ' ایک تجزیہ

تجزیہ نگار کے نقطہ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

گزشتہ نصف صدی میں دو سربراہان مملکت کی ملاقات کو عالمی میڈیا میں شاید اتنی پذیرائی حاصل نہیں ہوئی جتنی آگرہ میں واجپائی مشرف ملاقات کو حاصل ہوئی ہے۔ آگرہ سمٹ کی جتنے زور وشور سے تیاری ہوئی اور جتنا اس کا چرچا ہوا اس سے انتہائی محتاط مزاج کے حامل تجزیہ نگار بھی کہنے لگے تھے کہ اگرچہ مسائل بڑے پیچیدہ اور گھمبیر ہیں اور اگرچہ ایک دوسرے کے خلاف شکوک وشبہات اور بداعتمادی اپنے عروج پر ہے لیکن پھر بھی قرائن بتاتے ہیں کہ کوئی باقاعدہ بریک تھرو خواہ نہ بھی ہوسکا تب بھی مسائل کی گتھی سلجھانے کے حوالہ سے کچھ نہ کچھ پیش رفت ضرور ہو گی۔ اکثر وبیشتر یہ دلیل دی جارہی تھی کہ پاکستان انتہائی خوفناک مسائل خصوصاً معاشی مسائل میں گھرا ہوا ہے اور بھارت بھی مقبوضہ کشمیر میں ہونے والی خونریزی سے تنگ آ چکا ہے اور اس کی فوج پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں ہورہے ہیں لہٰذا فریقین اپنے سابقہ موقف میں لچک پیدا کرکے صلح و آشتی کی منزل کی طرف بڑھیں گے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا' یہاں تک کہ مذاکرات کے نتیجہ میں کوئی مشترکہ اعلامیہ بھی جاری نہ ہوسکا۔ ان مذاکرات کے آغاز میں اور اختتام پر بھارتی حکام کے رویہ میں جوز بردست تضاد نظر آیا وہ سفارتی آداب اور مہمان داری کے لحاظ سے انتہائی قابل مذمت بلکہ قابل نفرت تھا۔ دورہ کے آغاز میں بھارتی میڈیا نے اس پر اتنی توجہ مرکوز کی اور بھارت سرکار نے اس کے لئے اتنی تیاریاں کیں کہ کسی اخبار نے یہ تبصرہ کیا کہ جنرل مشرف شاید آسمان سے نازل ہورہے ہیں لیکن واپسی پر جب وہ ہوٹل سے ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے تو کوئی سیاسی اہلکار موجود نہیں تھا' صرف سکیورٹی کے لوگ موجود تھے۔ یہی رویہ ایئرپورٹ پر اختیار کیا گیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مشرف بھارت میں زبردستی گھس آئے تھے اور اب انہیں وہاں سے نکالا جارہا تھا۔

مذاکرات کے آخری روز صدر مشرف کی بھارت کے بڑے اخباروں کے ایڈیٹروں سے ملاقات تھی۔ اس میں ایک خاتون ایڈیٹر نے انتہائی نامعقول سوال کیا کہ "صدر مشرف صاحب! آپ ایک غیر منتخب صدر ہیں لہٰذا بھارت کی طرف سے آپ کو دورے کی دعوت بہت حیران کن ہے"۔ اس پر ماحول میں کشیدگی پیدا ہوگئی تاہم صدر مشرف نے بڑی بردباری اور تحمل سے اسے جواب دیا کہ پاکستان کے لوگ اور میں سمجھتا ہوں کہ بھارت کے لوگ بڑے اچھے مہمان نواز ہیں' اگر آپ کو ایسا سوال کرنا ہی تھا تو اپنی حکومت سے کرتیں جس نے مجھے مذاکرات کی دعوت دی ہے۔ بہر حال کسی مہمان سے یہ بدسلوکی انتہائی افسوسناک ہے۔ سب سے افسوسناک بات یہ ہوئی کہ جب مذاکرات ناکام ہوگئے تو پاکستانی حکام کی طرف سے تین بار بھارتی حکام سے یہ درخواست کی گئی کہ صدر پاکستان اپنی واپس روانگی سے پہلے پریس کانفرنس کرنا چاہتے ہیں لیکن بھارتی حکومت نے اجازت نہیں دی۔ سفارتی تاریخ میں اس کی شاید ہی کوئی نظیر ہو۔ یہ سب کچھ تو صدر مشرف سے ذاتی طور پر کیا گیا۔ ایک معزز مہمان کو اپنے ہاں مدعو کرکے ایسی حرکات کا ارتکاب کرنا کیسا فعل ہے' اس پر تبصرہ نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ کم از کم اردو لغت میں ایسے الفاظ موجود نہیں کہ کوئی لکھاری اطمینان سے کہہ سکے کہ مذمت کا حق ادا ہو گیا ہے۔ جہاں تک بھارتی میڈیا کے منفی طرز عمل کا تعلق ہے تو صدر پاکستان نے بھارت ہی میں اس پر افسوس کا اظہار کردیا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ بھارتی میڈیا پاکستان

ابو الحسن

اور بھارت کے درمیان متنازعہ مسائل پر بات کرنے کی بجائے پاکستان کے معاشی مسائل پر طنزیہ تبصرے کرتا رہا اور تکرار سے یہ بات کہتا رہا کہ اعلان لاہور کے بعد سانحہ کارگل کے ذمہ داروں پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ناشتہ کی میز پر جب صدر مشرف نے زوردار انداز میں جواباً کہا کہ "دیکھئے' ماضی کو چھوڑیئے اور آگے کی طرف دیکھیں وگرنہ ماضی کے بہت سے سانحات کا میں بھی آپ کو حوالہ دے سکتا ہوں۔ شملہ معاہدہ کے بعد کس نے چوربلہ پر قبضہ کیا؟ کس نے ۸۴ء میں اس معاہدے کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے سیاچن پر قبضہ کیا تھا؟ کراس بارڈر دہشت گردی کی بات کرتے ہوئے ۷۱ء میں مکتی باہنی کو کس نے تربیت دی؟ کس نے اسے مسلح کیا؟ کس کی فوج مکتی باہنی کی وردی میں مشرقی پاکستان کے اندر کارروائیاں کرتی تھی؟ میں ایک بار پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ماضی کی طرف نہ پلٹیں' مستقبل کی فکر کریں تاکہ جنوبی ایشیا میں کسی طرح امن قائم ہوسکے"۔

بھارت کی وزیر اطلاعات ششما سوراج نے ایک بریفنگ میں بتایا کہ جنرل مشرف اور وزیراعظم واجپائی کی ون ٹو ون ملاقات میں چار ایشوز پر گفتگو ہوئی جن میں کشمیر شامل نہیں تھا۔ اس پر پاکستان کی طرف سے سخت احتجاج کیا گیا جس نے ماحول پر منفی اثر ڈالا۔ جنرل مشرف نے اخبارات کے ایڈیٹروں سے ملاقات کے دوران جو گفتگو کی اس سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے مذاکرات کے دوران کیا موقف اختیار کیا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ میں فوری طور پر معجزاتی انداز میں کچھ نہیں چاہتا' ایسی توقع رکھتا ہوں۔ ہمیں قدم بہ قدم چلنا ہوگا اور زمینی حقائق کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ پہلا قدم اٹھایا جا چکا ہے یعنی مذاکرات کا آغاز ہوگیا ہے۔ اب ہمیں دوسرا قدم اٹھانا ہوگا یعنی یہ جاننا اور ماننا ہوگا کہ جھگڑے اور کشیدگی کی اصل جڑ کونسی ہے۔ کشمیر یقیناً دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کا باعث ہے' ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا۔ پھر اگلے قدم کے طور پر ہم سوچیں کہ اس مسئلہ کا حل کیا ہے اور اس کشیدگی کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کسی ایک حل پر اصرار نہیں کریں گے اور ہر حل پر غور کریں گے۔ البتہ یہ لازم ہے کہ ہمیں سب سے پہلے مسئلہ کشمیر کو حل کرنا ہوگا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم باہمی تجارت کریں' ثقافتی وفود کا تبادلہ کریں اور ادھر کشمیر میں خون بھی بہہ رہا ہو۔ یہ غیر حقیقت پسندانہ طرز عمل ہوگا' اس لئے کہ آپ جنہیں دہشت گرد قرار دیتے ہیں ہم انہیں آزادی کی جنگ کے مجاہد سمجھتے ہیں۔ انہوں نے بھارتی میڈیا کو مشورہ دیا کہ وہ فضاؤں سے نیچے اترے اور زمینی حقائق کا ادراک کرے اور بھارتی عوام کی صحیح رہنمائی کرے۔

راقم کی رائے میں مذاکرات ناکام ہونے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ بھارت علاقے میں بدلتے ہوئے حالات کا صحیح ادراک نہیں کر پارہا' پھر یہ کہ طاقت کا نشہ اور عالمی سپریم پاور کی تائید وحمایت۔ دوسرا پاکستان کا اقتصادی اور سیاسی عدم استحکام جو یہ تاثر دے رہا ہے کہ پاکستان کو اپنا وجود برقرار رکھنا دشوار ہورہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کے صحافی ٹیلی ویژن پر برملا کہتے رہے کہ جو ملک اقتصادی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے اور اکیسویں صدی میں بھی جہاں بندوق والے حکومت کررہے ہیں وہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بھارت سے کہ جو منی سپر پاور ہے' اس کی کنپٹی پر پستول رکھ کر کشمیر کیسے حاصل کرسکتا ہے۔

بھارت کا خیال ہے کہ اقتصادی طور پر نڈھال پاکستان اب زیادہ وقت نہیں نکال سکتا جبکہ وہ امریکی حمایت سے بھی محروم ہو چکا ہے۔ بھارت سمجھتا ہے کہ چین کے ہوا کا مقابلہ کرنے کے لئے امریکہ بھارت کے تعاون کا محتاج ہے۔ علاقہ میں کوئی دوسرا ملک ایسا موجود نہیں جو امریکہ کی یہ ضرورت پوری کر سکے۔ ایک کمزور، چھوٹا اور مسلمان ملک ہونے کی وجہ سے پاکستان علاقے میں امریکی مفادات کی نگرانی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا آج نہیں تو کل پاکستان کو بھارت کی ذیلی ریاست بننا ہے۔ اس لئے اگر آج پاکستان بھارت کی شرائط پر معاملات طے نہیں کرتا تو کل اسے ایسا کرنا ہی ہوگا۔ انہی وجوہات کی بنا پر وہ مذاکرات پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا اور پھر مذاکرات کے دوران غیر لچکدار رویہ اختیار کر کے انہیں ناکام بنا دینے کی بھی یہی وجوہات ہیں۔

راقم کی رائے میں عام انسانی عقل کے حوالہ سے اور اعداد و شمار کی روشنی میں بھارت کا پاکستان کے معاملے میں ایسی آراء قائم کرنا کوئی ایسا غلط نہیں ہے۔ لیکن بھارت بعض اہم نکات کی طرف توجہ نہیں دے رہا یا دینا نہیں چاہتا۔ پاکستان کا سٹریٹیجک محل وقوع اسے کبھی اتنا غیر اہم نہیں ہونے دے گا کہ عالمی قوتیں اس کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیں۔ بھارت کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ ماضی میں جن راستوں سے فاتحین ہندوستان میں داخل ہوتے رہے ہیں آج ان راستوں پر پاکستان واقع ہے۔ بھارت پر ہونے والی عسکری یا نظریاتی یلغار پہلے پاکستان کو متاثر کرے گی۔ بالفاظ دیگر پاکستان بھارت کے لئے حفاظتی بند کی حیثیت رکھتا ہے۔ بھارت کو اس مسئلہ پر بھی غور کرنا چاہئے کہ ایک ملک جو ایٹمی صلاحیت رکھتا ہے اسے بالکل دیوار سے لگا دینا انسانیت کے لئے تباہی و بربادی کا باعث بن سکتا ہے۔ ایک انتہائی اہم نکتہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہ ہے کہ پاکستانی قوم ایک جذباتی اور بہادر قوم ہے۔ ایسی قوم اپنی اس صلاحیت کو منفی انداز میں استعمال کرے تو خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتی ہے جیسا کہ بالفعل ہو رہا ہے لیکن ایسی قوم اگر مثبت کروٹ لے لے اور کوئی ان ہونا کام کرنے پر اتر آئے تو اعداد و شمار اور اندازے قیافے سب درہم برہم کر کے رکھ دیتی ہے۔ بھارت کراس بارڈر دہشت گردی کا واویلا ضرور کرے لیکن اس پہلو پر بھی غور کرے کہ جس قوم کے ہزاروں نہیں لاکھوں افراد برف کے پہاڑ پھلانگ کر ہنسی خوشی موت کی وادی میں اترنے کے لئے ہر دم بیتاب ہوں اور قطار بنائے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہوں وہ قوم کسی وقت بھی کایا پلٹ دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تاریخ میں متعدد بار ایسا ہوا ہے کہ ہاتھی چیونٹیوں کے ہاتھوں بے بس ہو گیا۔ بھارت کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے کہ کیا بات ہے کہ اس کی دشمنی صرف پاکستان یا چین ہی سے نہیں ہے بلکہ بنگلہ دیش سے بھی سرحدی جھڑپیں ہو جاتی ہیں اور اگر حسینہ واجد انتخابات ہار گئیں تو بنگلہ دیش میں بھارت مخالف حکومت ہی بنے گی۔ اسی طرح سری لنکا اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت پر بھارت کو کوستا ہے۔ نیپال میں بھارت کے خلاف زبردست جذبات ہیں۔ مالدیپ میں بھارت ایک بار فوج بھی داخل کر چکا ہے۔ برما بھی بھارت سے سخت نالاں ہے اور پاکستان سے اپنے تعلقات بڑھانے کی خواہش رکھتا ہے۔ بھوٹان بھارت کی ذیلی ریاست کی حیثیت رکھتا ہے ورنہ وہاں سے بھی بھارت مخالف جذبات کا اظہار ہو۔ کیا ایسی صورت میں بھارت منی سپر پاور بن سکے گا؟

راقم اس بات پر خاصا حیران ہے کہ بھارتی قوم جو حساب کتاب میں اپنا ثانی نہیں رکھتی اور جو 'چمڑی جائے دمڑی نہ جائے' کی عملی طور پر قائل ہے وہ پاکستان کے معاملے میں تجارتی نکتہ نظر سے کیوں نہیں سوچتی؟ اگر پاکستان سے بھارت کے تعلقات نارمل ہو جائیں تو بھارت کا وہ بڑا سرمایہ کار جواب بھارت میں نہیں سما رہا کیا اسے چودہ کروڑ انسانوں کی منڈی دستیاب نہیں آ جائے گی؟ پھر یہی نہیں بلکہ پاکستان کے راستے وہ وسطی ایشیا کی منڈی تک مار کر سکتا ہے۔ پھر یہ کہ پاکستان سے کشیدگی ختم ہونے کی صورت میں غیر ملکی سرمایہ کاری میں کئی سو گنا اضافہ ہو جائے گا۔ گیس کی اس کی ضروریات پوری ہوں گی اور سب سے بڑھ کر کشمیر میں اپنی افواج کی نقل و حرکت پر اٹھنے والے اربوں روپے کی بچت ہو گی۔ کیا زمین کے ایک ٹکڑے پر غلبے کی خواہش بنئے کی اکنامک سینس کا خاتمہ کر رہی ہے؟ ان تمام حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم بھارت کے حکمرانوں اور دانشوروں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھیں اور کشمیر کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ صلح و آشتی کا راستہ اختیار کریں تاکہ جنوبی ایشیا ہولناک تباہی سے محفوظ رہ سکے۔

ہم جنرل مشرف صاحب سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھارت کے جارحانہ رویئے سے خود کو مشتعل ہونے سے بچائیں۔ انہوں نے واجپائی کو پاکستان کے دورہ کی جو دعوت دی ہے کچھ وقت گزرنے کے بعد اس کا اعادہ کریں اور مذاکرات کے سلسلے کی کڑی جہاں سے ٹوٹی ہے وہیں سے پھر جوڑنے کی کوشش کریں۔ البتہ ایک بات انتہائی اہم ہے اور وہ یہ کہ قوت صرف جنگ کے لئے درکار نہیں ہوتی بلکہ صلح اور امن قائم کرنے میں بھی قوت اہم رول ادا کرتی ہے۔ بھارت سے باوقار انداز میں مذاکرات کرنے اور انہیں نتیجہ خیز بنانے کے لئے بھی ہمیں معاشی اور سیاسی سطح پر قوت درکار ہے اور اس قوت کی فراہمی کے لئے بھی حاکموں کو اپنی مثال پیش کرنی ہوگی۔ سیاسی سطح پر اپنی ذات سے بلند ہو کر اور پاکستان کے بہترین مفاد میں کسی عمل سے گریز نہ کریں اور معاشی سطح پر بھی اپنی ذاتی مثال سے قوم کی رہنمائی کریں۔ حاکم اگر کفایت اور بچت کا راستہ اختیار کریں گے تو قوم یقیناً ان کی پیروی کرے گی۔ ان دو محاذوں پر مضبوط ہونے سے ہم بھارت سے مذاکرات میں آسانی محسوس کریں گے اور بھارت بھی ہماری بات کا وزن محسوس کرے گا اور مذاکرات کامیاب ہو کر رہیں گے۔ اسی میں سب کی بھلائی ہے۔

بقیہ: تاثرات و مشاہدات......

صاحب بہت خوش ہوتے ہیں جب وہ پری کاسٹنگ اور پری سٹریسنگ میں میری ملک گیر کامیابی کا حال معلوم کرتے ہیں۔ یہ ان کی ساری عمر کی خوشی اور فخر ہے۔

میرے انڈسٹریلسٹ بھائیوں اور بڑے سرکاری افسرو! آپ بھی سیٹھ عثمان کی طرح ساری عمر کی خوشی کما سکتے ہیں اور اپنے ملک کی پائیدار خدمت کر سکتے ہیں صرف اپنی نظر اور اپنے مقاصد کو بلند کر لیجئے۔ اس کام میں خرچ کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔

بقیہ: دعوت فکر

معاویہؓ نے اس دعوت کو رد کرتے ہوئے جواب دیا کہ ہمارے اختلاف سے دھوکا نہ کھاؤ۔ اگر تم نے مسلمانوں کے لشکر پر حملے کا ارادہ کیا تو علیؓ کے لشکر کا پہلا سپاہی جو تمہارے مقابلے کے لئے نکلے گا معاویہؓ ہوگا۔

پس ہماری تمام دینی و مذہبی جماعتوں اور فرقوں سے یہ گزارش ہے کہ خدارا اپنے اختلافات کو دشمنی کی شکل نہ دیں ورنہ ہم کفار کے بجائے آپس ہی میں جنگ و جدال کرتے کرتے صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ لہٰذا پیار و محبت کی فضاء میں مل بیٹھ کر افہام و تفہیم کے ساتھ مسائل حل کریں کہ اسی میں اسلام کی بقاء اور ہماری سلامتی ہے۔

تنظیمی اطلاع

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مشورہ کے بعد ضلع بہاولنگر کے علاقہ پر مشتمل حلقہ بہاولنگر قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور جناب منیر احمد کو امیر حلقہ بہاولنگر مقرر کیا ہے۔ جناب منیر احمد سے مشورہ کے بعد جناب محمد رمضان کو ناظم بیت المال حلقہ بہاولنگر کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی لاہور شمال کے رفیق خواجہ محمد سلیم الدین صاحب کی خوش دامن کا ۲۳ جون کو قضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا ہے۔ رفقاء سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

وحدت امت اور ہم

محمد آصف احسان عبدالباقی

افراد کے مابین اتفاق و اتحاد ایک ایسی عظیم نعمت ہے جس کی اہمیت سے انکار کرنا ممکن نہیں۔ معاشرے میں بسنے والے انسانوں کے درمیان فکری ہم آہنگی اور نظریاتی یکجہتی اپنے دامن میں اس قدر فوائد و ثمرات رکھتی ہے جو افتراق و انتشار اور باہمی بغض و عناد سے تاقیامت بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ عداوت و دشمنی کی فضا اور حسد و کینے کی لہر نت نئے مقاصد کا موجب ثابت ہوتی ہے جن سے ایسے شرپسند عناصر کو پروان چڑھنے اور پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملتا ہے جو فساد اور قتل و غارت گری کے علمبردار ہوتے ہیں اور جن کی موجودگی میں افراد معاشرہ کے درمیان اخوت و بھائی چارے، مہر و محبت اور صدق و صفا کے جذبات کا تصور تک محال ہوتا ہے۔ ان وجوہ ہی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لوگوں پر ان کی بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کے بدلے میں بھیجے جانے والے عذابوں میں سے ایک عذاب گروہ بندی اور تفرقہ بازی بھی ہے جو کسی بھی قوم کی جمعیت کو پارہ پارہ کر کے اسے ہزیمت و شکست سے دوچار کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں: ''کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے سے لڑا کر آپس کی لڑائی کا مزا چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیات کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔''

(الانعام:٦٥)

اسی لئے اسلام اپنی زیرِ نگرانی جس قسم کے معاشرے کی تشکیل کا خواہش مند ہے، اس میں مسلمانوں کے مابین عبادت و حکمرانی کے مسائل پر نظریاتی اختلاف کے باوجود باہمی الفت و محبت کے جذبات لازمی ہیں جو وقت ضرورت تمام مسلمانوں کو کفار کے سامنے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑا کر دیں۔ چنانچہ دین اسلام کی آمد باہم دست و گریبان انسانیت کے لئے امن و امان اور صلح و آشتی کی نوید ثابت ہوئی۔ اسلام نے مختلف قبائل میں منقسم عاجز و درماندہ نسل انسانی کو اپنے جھنڈے تلے اتفاق و یگانگی کا پیغام دیا اور اہل اسلام کو وحدت کی خوشنما لڑی میں پرو کر اپنے احسان کا یوں تذکرہ کیا: ''اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔'' (آل عمران:١٠٣)

تاریخ شاہد ہے کہ یمنی قبائل، اوس اور خزرج کے مابین جاری جدال و قتال کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ محض اسلام کے ''پیغام وحدت'' کی برکت سے اختتام پذیر ہوا جس نے انہیں اور ان جیسے دوسرے متحارب قبائل کو یوں باہم شیر و شکر کیا کہ نسل در نسل چلی آنے والی دشمنی کے بیج کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

اتحاد میں پوشیدہ بے شمار فوائد ہی کی بناء پر ابلیس اور اس کے گروہ کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ کسی طریقے سے مسلمانوں کو آپس کے جھگڑوں اور اختلافات میں مبتلا کر دیا جائے۔ اسی کے تدارک کے لئے اللہ تعالیٰ نے اتحاد و اتفاق کو لازم پکڑنے اور افتراق و انتشار سے مکمل پرہیز کرنے کے راہنما اصولوں کو اپنی ابدی کتاب ہدایت میں یوں بیان فرمایا: ''اور تم سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔'' (آل عمران: ١٠٣) جب کہ دوسرے مقام پر تنازع اور لڑائی جھگڑے کے نقصانات و مفاسد کا اس طرح سے تذکرہ کیا:

''اور خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا۔'' (الانفال:٤٦)

ان تمام تنبیہات اور ہدایات کے باوجود عصر حاضر کے مسلمانوں کی یہ عظیم بدقسمتی اور تیرہ بختی ہے کہ آج ہمارے درمیان محبت و مودت کے میلانات کے بجائے نفرت و عداوت کے جذبات پرورش پا رہے ہیں۔ مسلک و فرقے کی بنیاد پر باہمی چپقلش اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اہل قبلہ کی تکفیر اور فقہی اختلافات کی بناء پر آپس میں محاذ آرائی عام ہے۔ سب سے کرب ناک اور الم انگیز المیہ یہ ہے کہ آپس میں حسن سلوک اور محبت کی بنیاد دین اسلام کے بجائے مسلک و فرقہ ہے۔ ایک مسلک کے لوگ دوسرے مسلک کے افراد کے ساتھ صدق دل سے سلام تک لینا گوارا نہیں کرتے۔ تعصب و تشدد پسندی کی تاریکی اس حد تک پھیل چکی ہے کہ سنت کے التزام پر ہٹ دھرمی اور ضد کو فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ اکثر اوقات بعض فرقوں کے لوگ صرف اس بناء پر کسی سنت رسول ﷺ کی انجام دہی سے رک جاتے ہیں کہ اسی سنت پر مخالف گروہ کے افراد عمل پیرا ہوتے ہیں۔ غرضیکہ عصر حاضر میں مسلمان کہلانے والے لوگ شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث تو ہیں مگر ویسے مسلمان نہیں جن کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ بقول علامہ محمد اقبال ؒ ع

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

مسلمانوں کے مابین وحدت کے فقدان اور اختلاف و نزاع کے مکمل ذمہ دار ''فی سبیل اللہ'' فساد پھیلانے والے ملا ہیں جو دھرتی کے سینے پر فاضل بوجھ ہیں اور جو اسلام کی روشن پیشانی پر بدنامی کا سیاہ دھبہ ہیں۔ ان کی تمام جدوجہد کا مرکز فروعی اختلافات کو ہوا دے کر امت مسلمہ میں پھوٹ ڈالنا اور اپنے اپنے مسلک و فرقہ کی طرف داری اور وکالت پر ابھارنا ہوتا ہے۔ چنانچہ آج ہمارے علماء اپنے اپنے مسلک و فرقے کے تو خوب محافظ و نگہبان ہیں، مگر اسلام پر مستشرقین اور اہل مغرب کی جانب سے کئے جانے والے علمی حملوں کا دفاع کرنے پر کوئی آمادہ نہیں (الا ماشاء اللہ) جبکہ پورے عالم اسلام کے بالعموم اور پاکستان کے بالخصوص دگرگوں حالات کا اندازہ ان کیفیات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ہماری معیشت و اقتصادیات پر غیر ملکی اداروں کی اجارہ داری ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی ظالمانہ اور بہیمانہ پالیسیوں کے نتیجے میں پاکستان کے مفلوک الحال اور بے کس عوام فقر و فاقہ کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اسلامی ثقافت و تہذیب کے آثار اس قدر معدوم ہو چکے ہیں کہ مغربی معاشرت یا دوسرے الفاظ میں ابلیسی طرز حیات ہمارے اخلاقی و خاندانی نظام کو ڈھانے میں مصروف عمل ہے۔ خاندانی نظام کی تباہی و بربادی کی ذمہ دار اور عریانی و فحاشی پھیلانے میں ہر وقت مصروف کار رہنے والی مادر پدر آزادی نسواں کی صدائے بازگشت آج ''اسلامی نظریاتی مملکت'' پاکستان کے ہر در و بام اور گلی کوچے میں بھی گونج رہی ہے۔ سکرین پر برہنہ بدن تھرکتی ہوئی ''جدید جاہلیت'' کے زہد شکن انداز مسلمانوں کے اخلاقی تابوت میں آخری کیل ٹھونک رہے ہیں۔

دوسری جانب علمائے امت کا یہ حال ہے کہ مجموعی طور پر ملت اسلامیہ پر ٹوٹنے والے آلام و مصائب کا حل تلاش کرنے کے بجائے جزئیات و فروع پر لاحاصل مناظروں اور مناقشوں کو فوقیت حاصل ہے۔ ملکی معیشت کی سودی نظام سے مکمل ہم آہنگی پر کوئی آواز احتجاج بلند نہیں کرتا، لیکن نور و بشر، رفع الیدین، آمین بالجبر اور فاتحہ خلف الامام جیسے فروعی مسائل پر انتشار کو ہوا دینے کے لئے ہر ایرا غیرا نتھو خیرا میدان کارزار میں کود پڑتا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ متفق علیہ امور پر کوئی گفت و شنید نہیں، لیکن مختلف فیہ مسائل پر دفتر کے دفتر سیاہ کئے جا چکے ہیں۔ اسی افسوس ناک کیفیت پر ''الاخوان

المسلمون" کے نائب مرشد عام عبدالقادر عودہ شہید تبصرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "الاسلام حائر (اسلام محو حیرت ہے)" میں یوں رقم طراز ہیں:

"علمائے اسلام کا خواب غفلت طویل مدت سے جاری ہے۔ اس دوران انہوں نے نہ تو اسلام کے خلاف جاری ہونے والے کسی حکم کو رکوایا اور نہ خلاف اسلام رسوم و اطوار پر ٹوکا اور نہ کبھی اس مقصد کیلئے متحد ہوئے کہ احکام اسلام کی بحالی کا اجتماعی مطالبہ کریں۔ حاکموں نے بڑے بڑے مظالم کئے حرام کاموں کو حلال قرار دیا انسانی خون بہایا شرفاء کی عزتوں سے کھیلے زمین میں فساد برپا کیا اللہ کی حدود پر دست درازی کی یہ سب کچھ ہوا لیکن علماء کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ نہ تو وہ ظلم دیکھ کر حرکت میں آئے اور نہ حرام کے حلال کئے جانے پر ان کی رگ حمیت پھڑکی۔ گویا نہ تو اسلام کا علماء سے کوئی مطالبہ ہے اور نہ ان پر کوئی فرض عائد ہوتا ہے نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی ذمہ داری ہے اور نہ حکام کو نصیحت کرنا ان پر واجب ہے اور نہ احکام اسلام کی بحالی کا مطالبہ کرنا انکا فریضہ ہے۔ اسلامی ممالک غلام بنا لئے گئے تب بھی علماء جوش میں نہ آئے نہ انہوں نے لوگوں کو یہ بتایا کہ قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ میں حملہ اور دشمن سے جہاد کرنے اور غلامی کے خلاف مزاحمت کرنے کا کتنا شدید حکم ہے۔" (ص:۱۱۴)

علمائے امت کے مابین شدید اختلافات سے پہنچنے والے عظیم نقصانات کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ پاکستان میں آج تک صحیح اسلامی قیادت برسر اقتدار نہیں آسکی۔ جس کی بنیادی وجہ مذہبی جماعتوں کے مابین حائل فروعی مسائل پر مبنی مخالفتوں کی وسیع خلیج ہے۔ حالانکہ تمام اسلامی جماعتوں اور دینی تنظیموں کا مقصد ایک ہے یعنی وطن عزیز میں شریعت کی تنفیذ اور عوام میں اسلامی روح کی بیداری ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے درمیان اتحاد مفقود ہے اور اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جب عام لوگ دین اسلام سے منسوب افراد کو نہ صرف یہ کہ مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے دیکھتے ہیں بلکہ انہیں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کا روادار بھی نہیں پاتے ہیں تو وہ بجا طور پر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ دین دار طبقے کے اقتدار میں آنے کی صورت میں کس اسلام کا نفاذ ہوگا؟ جہاں ہر مسلمان کی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد ہو وہاں اس قسم کے اندیشے سر ابھارتے رہتے ہیں۔ اور یوں ہم سب مل کر خود ہی گروہ بندی اور تفرقہ بازی کے ناسور کے ذریعے پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے راستے میں ایسی مضبوط رکاوٹ کھڑی کرتے ہیں جس کا الزام خواہ مخواہ دوسروں کے سر تھوپ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام کا نظام سیاست و حکومت فروعی معاملہ نہیں بلکہ اصولی مسئلہ ہے جس پر اسلام کے عروج و زوال کا دارومدار اور ارتقاء و انحطاط کا انحصار ہے۔ لیکن افسوس کہ روئے زمین پر اللہ کے دین کی وجاہت و بزرگی اور سیادت و حکمرانی بھی ہمارے مذہبی تنازعات کی بھینٹ چڑھ چکی ہے اور چڑھ رہی ہے۔

مندرجہ ذیل چشم کشا واقعہ اس حقیقت کی عکاسی کے لئے کافی ہے کہ ہم سب اسلام کے نفاذ کا کس قدر درد رکھتے ہیں۔ مصر کے بادشاہ اسماعیل پاشا (۱۸۳۰ء تا ۱۸۹۵ء) نے جب اپنے دور حکومت میں مصر کے لئے مغربی قوانین نقل کروائے تو اس سے قبل اس کی خواہش یہ تھی کہ ایسا ضابطہ قوانین تیار کروایا جائے جس کا ماخذ اسلامی شریعت اور فقہ کے مذاہب اربعہ ہوں۔ اس کے لئے اس نے جامعہ الازہر کے علماء سے درخواست کی کہ وہ ایسا ضابطہ قوانین تیار کریں جس میں تمام اسلامی فرقوں کا نقطہ نظر آجائے لیکن علماء نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ دراصل ان کا فرقہ وارانہ مزاج اور مذہبی تعصب باہم مل کر کام کرنے اور اسلامی شریعت کو بہترین شکل و صورت میں پیش کرنے میں مانع رہا۔ اس طرح انہوں نے اپنے اپنے مکتب فکر سے اپنی وابستگی کو تو بچا لیا لیکن اسلام کو اپنی فاسد خواہشات پر قربان کر دیا۔

ہم کہتے ہیں کہ نظریاتی اور فروعی مسائل میں اختلاف کرنا اور ان کی تحقیق کے لئے تنقیدی مباحث کا اہتمام کرنا ہر فرد کی آزادی فکر کا بنیادی حق ہے جس کو استعمال کرنے سے کسی کو روکنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی یہ کوئی اچھا کام ہے۔ اصل میں قابل مذمت شے جس کا استیصال نہایت ضروری ہے اختلاف و نزاع کے نتیجے میں جنم لینے والا باہمی بغض و عناد اور کدورت و حسد کا جذبہ ہے۔ یوں تو صحابہ کرامؓ کے مابین بھی بے شمار مسائل میں اختلاف واقع ہوا تھا جن کی تفصیل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں لیکن اول تو وہ اختلاف کرنے سے حتی الامکان پرہیز کرتے تھے اور دوم اختلاف کے باوجود ان میں محبت و احسان اور رواداری و خوش خلقی کے جذبات بدستور قائم رہتے تھے۔ اس کی واضح شہادت ہمیں ذیل کے واقعے سے ملتی ہے کہ جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ کے درمیان میدان جنگ گرم تھا تو اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے روم کی عیسائی سلطنت نے حضرت معاویہؓ کی جانب دست تعاون بڑھایا اور انہیں حضرت علیؓ کے خلاف مدد کی پیش کش کی۔ حضرت

(باقی صفحہ ۷ پر)

KHALID TRADERS

NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

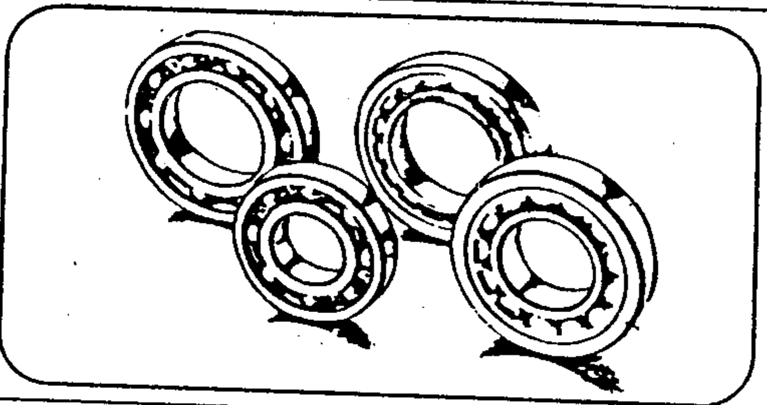

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

آگرہ مذاکرات اور امریکہ

رعنا ہاشم خان

پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کا حالیہ دورۂ بھارت دونوں ممالک کے درمیان ۱۰ برس سے جاری شدید چپقلش کو دور کر کے خوشگوار تعلقات کی جانب ایک ٹھوس قدم ہے۔ عالمی میڈیا نے اس دورے کو جرأت مندانہ اور تاریخ ساز قرار دیا ہے۔ بھارت کے بزرگ وزیر اعظم جو کہ انقلابی شاعر بھی ہیں جب ۱۹۹۹ء میں لاہور آئے تھے تو امن کے گیت گاتے رہنے کا دعویٰ کر کے گئے تھے۔ خاص طور پر ان کی نظم "ہم جنگ نہیں ہونے دیں گے" عالمی سطح پر اتنی مشہور ہوئی کہ اس کا کئی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ لیکن لاہور سے واپس جانے کے تھوڑے ہی عرصے بعد سے پاکستان کو کھلے عام جنگ کی دھمکیاں ملتی رہیں جن کا سلسلہ مذاکرات کی دعوت تک چلتا رہا۔ ان دھمکیوں کے پیچھے بھارتی سیاست کے سقراط چانکیہ کوٹلیا کی ان سنہری تعلیمات کا بھی بڑا عمل دخل ہے جن کے تحت ہمسایہ ملکوں کو ہمیشہ دشمن سمجھا جائے اور دوستی میں ہمیشہ اپنی غرض پیش نظر رہے۔ اسی لئے مذاکرات کی اچانک دعوت کو جہاں عالمی صحافت نے امریکی مفاد سے تعبیر کیا وہیں اس کو بھارت کی چانکیہ تھیوری پر مشتمل خارجہ پالیسی کے نتیجے میں پڑوسی ممالک کی ناراضگیوں سے تنگ آ کر دوستانہ تعلقات پر مجبور ہو جانا بھی سمجھا گیا ہے۔ مغربی میڈیا نے اس ملاقات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ماضی میں پاکستان نے کئی بار بھارت کو مذاکرات کی پیش کش کی لیکن بھارت اسے ہمیشہ مسترد کرتا رہا۔ جنرل مشرف نے اقتدار سنبھالنے کے بعد بارہا یہ کہا کہ وہ بھارت کے ساتھ کسی بھی سطح پر، کسی بھی جگہ پر، کسی بھی وقت مذاکرات کے لئے تیار ہیں۔ ان مبصرین کے مطابق جنرل مشرف کا دورۂ بھارت سفارتی سطح پر ان کی اور ان کی ٹیم کی کامیابی ہے۔ کھلے ذہن سے بھارت یاترا کرنے والے صدر پاکستان اور ان کی اہلیہ پر امریکہ میں موجود کئی باشعور پاکستانیوں نے کڑی تنقید بھی کی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حوالے سے ہر مخلص پاکستانی کی چاہے وہ کہیں بھی ہو یہی خواہش ہوتی ہے کہ پاکستان کے سربراہ جب کہیں جائیں تو اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھیں۔

پاکستان اپنی ایٹمی طاقت اور مسلم ممالک میں اپنے اثر و رسوخ کی بناء پر اہل مغرب کے لئے دردسر بنتا جا رہا ہے۔ سونے پر سہاگہ پاک چین دوستی امریکہ کے لئے مرے پر سو درے کا کردار ادا کر رہی ہے۔ کیونکہ اس دوستی کے نتیجے میں چین کا اثر و رسوخ دیگر اسلامی ممالک میں بھی پھیلتا جا رہا ہے اور یوں چین کے چین کی بانسری امریکہ کو بے چین کر رہی ہے۔ لہٰذا ۱۷ مئی کے نیویارک ٹائمز میں برملا کہا گیا کہ پاک بھارت مذاکرات کو ممکن بنانے میں واشنگٹن مرکزی کردار ادا کر رہا ہے۔ وہ اس لئے کہ امریکی حکومت بھارت کو بار بار یہ سمجھانے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ جب تک پاکستان مستحکم اور خوشحال نہیں ہوگا' بھارت بڑی طاقت نہیں بن سکتا اور جب تک بھارت بڑی طاقت نہیں بن جاتا' چین امریکہ کے سینے پر مونگ دلتا رہے گا۔ نادان بھارت کو یہ بھی سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر اسے سلامتی کونسل میں سیٹ چاہئے تو پہلے پاکستان کو ہموار کرنا ہوگا۔ عیار امریکہ کے لئے اس وقت پورا برصغیر نہایت اہم ہو چکا ہے۔ پاک و ہند تعلقات میں بہتری پیدا کروانے کی کوشش اب امریکی مجبوری بن چکی ہے۔ دوسری صورت میں سوا بلین انسانوں میں امریکہ کھل کر اپنا کھیل نہیں کھیل سکتا۔ چین کے خلاف محاذ آرائی اور برصغیر سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لئے امریکہ علاقے میں امن و امان قائم کرنے اور پاک بھارت ٹکراؤ کے ہر امکان کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا۔ جو لوگ اس سفید چمڑی اور نیلی آنکھوں والی قوم کے ساتھ رہتے ہیں وہ اس کے منافقانہ رویوں اور سیاسی چالوں سے بخوبی واقف ہیں۔ امریکہ کی خواہشات کے عین مطابق پاکستان اور بھارت نے مذاکراتی عمل کا آغاز کر کے علاقے میں امن و استحکام کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس وقت یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ کشمیر کے مسئلے کا کیا حل ہوگا۔ کشمیر جیسے مسائل راتوں رات پیدا نہیں ہوتے۔ ان مسائل کے پیچھے قوموں کی بے حسی' بے عملی' جاہ پسندی اور زر پرستی کی ایک طویل داستان موجود ہوتی ہے۔ ۵۷ برسوں سے محکوم وادیٔ کشمیر کی آبادی ایک کروڑ سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اسی فیصد باشندے مسلمان ہیں۔ ڈوگرہ فوج کی بربریت کے ہاتھوں ۸۰ ہزار قبریں بن چکی ہیں۔ مظلوم کشمیر جس کا بچہ بچہ بھارت سے شدید نفرت کرتا ہے "صلاح الدین ایوبی" کی راہ تک رہا ہے۔ پاکستانی عوام کی تمام تر ہمدردیاں کشمیریوں کے ساتھ ہیں۔ جنرل مشرف نے بھی آگرہ مذاکرات میں کشمیر کو خاص الخاص قرار دیا ہے۔ لیکن آج کے داداگیر امریکہ کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ یہ قوم صرف اپنے مفاد کو اولیت دیتی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کشمیر پر اپنا لطف و کرم فرمائے۔ آمین!

تنظیم اسلامی لاہور (چھاؤنی) کے زیر اہتمام دعوتی و تربیتی پروگراموں کی فہرست

دروس قرآن

نمبر شمار	مقام	دن/وقت	نام مدرس
(۱	جامع مسجد انجمن خدام القرآن اکیڈمی روڈ' والٹن	روزانہ' بعد نماز مغرب	جناب فتح محمد قریشی
(۲	جامع مسجد عسکری ہاؤسنگ سکیم نشاط کالونی	روزانہ' بعد نماز فجر	بریگیڈیر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ
(۳	مکی مسجد' کینٹ سٹیشن	بدھ' بعد نماز مغرب	جناب محمد مبشر
(۴	جامع مسجد جی او آر (ون)	جمعرات' بعد نماز مغرب	جناب محمد مبشر
(۵	ادارہ گل بانی و چمن آرائی' ڈیوس روڈ	جمعرات' صبح ۹:۳۰ تا ۱۰ بجے	جناب قرۃ العین خان
(۶	دفتر ویلفیئر کمیٹی' یاسر بلاک' نشتر کالونی	اتوار' صبح ۹ بجے	جناب قرۃ العین خان

☆ ☆ ☆

عربی گرائمر / قرآن فہمی کلاسز

نمبر شمار	مقام	دن/وقت	نام مدرس
(۱	رہائش گاہ حبیب الرحمٰن قریشی' پیر کالونی' والٹن	روزانہ' بعد نماز فجر	جناب حبیب الرحمٰن قریشی
(۲	اردو بازار	روزانہ' صبح ۹ تا ۱۰ بجے	ایضاً
(۳	اردو بازار	روزانہ' سہ پہر ۳ تا ۴ بجے	ایضاً
(۴	بخاری ہاؤس' پیر کالونی' والٹن	روزانہ' رات ۹ تا ۱۰ بجے	ایضاً
(۵	جامع مسجد عسکری ہاؤسنگ سکیم نشاط کالونی	روزانہ' بعد نماز مغرب	بریگیڈیر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

اظہار احمد قریشی

ایک بڑے پاکستانی صنعت کار کی عظیم قومی خدمت

صاحب مضمون جناب اظہار احمد قریشی کا یہ تعارف تو اکثر واحباب رفقاء کو حاصل ہوگا کہ وہ تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کے برادر بزرگ ہیں لیکن یہ بات کم لوگوں کے علم میں ہوگی کہ انہیں غلبہ واقامت دین کی جدوجہد میں امیر تنظیم کے پیش رو کی حیثیت حاصل ہے اور اب وہ اس جدوجہد میں امیر تنظیم کے رفیق ومعاون بھی ہیں۔ محترم قریشی صاحب نے جو اپنی عمر کی ۷۵ بہاریں دیکھ چکے ہیں بڑی بھرپور اور نہایت مصروف زندگی گزاری ہے۔ ان کے ''تاثرات ومشاہدات'' پر مشتمل ہلکی پھلکی سبق آموز تحریریں وقتاً فوقتاً قارئین کی نذر کی جاتی رہیں گی۔ (ادارہ)

یہ دلچسپ کہانی کچھ یوں ہے کہ ۱۹۵۹ء میں بورے والا ٹیکسٹائل مل کے مینیجنگ ڈائریکٹر جناب سیٹھ عثمان سلیمان کو کنکریٹ کے شیل (R.C.C. Shells) کی کچھ عمارات اپنی مل کے لئے بنوانی تھیں۔ یہ طرز تعمیر بہت کم خرچ تھا لیکن اس پر ایک انگریز کمپنی نے شہرت پھیلائی ہوئی تھی کہ وہی اس کام کو صحیح طریقہ پر انجام دے سکتی ہے۔ یہ کمپنی بہت زیادہ قیمتیں وصول کرتی تھی۔ اس کمپنی نے جھوٹ موٹ یہ مشہور کر رکھا تھا کہ شیل ہمارے پیٹنٹ (Patent) ہیں چنانچہ صرف ہم ہی انہیں بنانے کا اختیار رکھتے ہیں۔

میں یعنی اظہار احمد قریشی اس سے قبل تجربے اور مطالعہ کر کے شیلوں کی عمارات کے ڈیزائن اور تعمیر میں ۱۹۵۵ء میں خودکفیل ہو چکا تھا۔ میں پہلا پاکستانی سول انجینئر تھا جس نے تعمیرات کی اس بڑی اور اہم لائن میں ملک کو غیر ملکی کمپنیوں سے نجات دلائی اور بے چارے محب وطن پاکستانی جو اس انگریز کمپنی کی شیلوں کی حد سے زیادہ اونچی قیمتوں پر کڑھتے رہتے تھے انہوں نے سکھ کا سانس لیا۔

چنانچہ میری اور سیٹھ عثمان کی ملاقات ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں سیٹھ صاحب نے مجھے ایک شیل کی عمارت کا ٹھیکہ میرے اپنے ڈیزائن اور قیمت پر دے دیا جس پر میں نے پی آئی ڈی سی کی ملتان فرٹیلائزر فیکٹری کے کنسٹرکشن انجینئر انچارج آف پراجیکٹ کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور رات دن اپنی اس نئی پوزیشن یعنی ڈیزائن اور کنسٹرکشن کے کام پر مصروف ہوگیا۔ یہ کام میرے لئے بے حد دلچسپ تھا۔ چنانچہ میں نے محسوس کیا کہ میں نے سروس چھوڑ کر بزنس کی لائن جو اختیار کی ہے تو یہ گویا مجھے ایک بہت بڑی ترقی ملی ہے۔ ہمارے کام ہمارے شوق کے ساتھ مل کر دیکھنے والوں کو بہت متاثر کرتا تھا۔ چنانچہ سیٹھ عثمان نے بھی جلد ہی اپنے دوستوں کو کہنا شروع کر دیا کہ قریشی کام جانتا ہے محنتی اور ایمان دار ہے۔ ان سیٹھ لوگوں میں سے اکثر کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے تب ہی یہ لوگ بڑے بڑے انتظامی پراجیکٹ سنبھالتے ہیں۔

سیٹھ عثمان کے بارے میں لوگ کہتے تھے کہ وہ محض کاروباری ہیں اپنے فائدے اور نقصان کا ہمہ وقت خیال رکھتے ہیں۔ البتہ ان میں انسانی ہمدردی ایک اضافی چیز ہے۔ میں نے ان کے انسانی ہمدردی کے مناظر خوب دیکھے اور محسوس کئے ہیں۔ میرے معاملے میں سیٹھ صاحب کو یہ بھی فخر تھا کہ میں ان کی دریافت تھا۔ چنانچہ وہ جہاں بھی بیٹھتے میری تعریف ضرور کرتے۔ سیٹھ صاحب ایک محب وطن پاکستانی کی حیثیت سے اپنے ہاتھوں میری ترقی کو پاکستان کی خدمت بھی سمجھتے تھے۔ کئی دفعہ میرے متعلق اپنی دلی خواہش کا اظہار کیا کہ کاش تمہارے پاس کچھ سرمایہ بھی ہو جاتا۔ میرا یہ احساس ہے کہ میری جگہ اگر ان کا اپنا بیٹا ہوتا تو وہ اس کی مجھ سے زیادہ حوصلہ افزائی نہ کر سکتے۔

ایک مرتبہ میرا گل احمد ٹیکسٹائل مل لانڈھی کے مالکان سے ایک عمارت کا ٹھیکہ طے ہوگیا۔ ایڈوانس کی رقم کے لئے انہوں نے ضمانت مانگی تو میں نے سیٹھ عثمان کا حوالہ دیا۔ اس پر انہوں نے سیٹھ عثمان کے دفتر فون کیا اور جو جواب ملا مجھے بھی بتایا کہ ''قریشی ایک دیانت دار آدمی ہے۔ کام بخوبی جانتا ہے محنتی ہے۔ آپ کا کام کر دے گا البتہ اس کے پاس پیسہ نہیں ہے''۔ اس پر گل احمد والوں نے فوراً ایڈوانس کی رقم کا چیک کاٹ کر مجھے دے دیا۔

سیٹھ صاحب نے مجھے جو کچھ سہولیات دیں ان کا اندازہ کیجئے کہ تین مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے کراچی سے صبح سیٹھ عثمان کو بورے والا فون کیا کہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے۔ سیٹھ صاحب نے تمام ضروری کارروائی فوری مکمل کر کے مجھے شام تک کراچی میں بینک سے پیسے دلوا دیئے جبکہ اس زمانے میں ابھی ڈائریکٹ ڈائل فون بھی رائج نہیں تھا۔ چنانچہ سیٹھ صاحب کی ہمدردانہ پھرتی کی داد دیجئے۔

مجھے جو اس قدر ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تو مجھے جدید بلکہ جدید ترین ڈیزائنوں پر کام کرنے کا بہترین موقعہ مل گیا۔ چنانچہ سیٹھ عثمان کی دوسری بلڈنگ میں نے دونوں طرف گولائی والے شیلوں سے بنائی جو اس قدر مضبوط اور مقابلتاً اس قدر کم خرچ اور اس قدر خوبصورت ہے کہ جس کے لئے داد مجھے ڈاکٹر ٹی اولیز ریڈس سے ملی جو انگریز تھے اور کراچی میں مشیر تعمیرات کا کام کرتے تھے اور بڑے نامور انجینئر تھے۔ انہوں نے بڑے غور سے اور بڑی دیر تک ان ڈبل گولائی والے شیلوں کی تصاویر دیکھیں اور کہا کہ:

''اس قسم کے شیل دنیا میں ابھی تک کہیں اور نہیں بنے ہیں۔ اگر کوئی ان کو ڈیزائن کر بھی لے تو بناتے وقت ان کے گرنے سے ڈرے گا۔ بہرحال مسٹر قریشی! اب آئندہ شیلوں کا ڈیزائن اور تعمیر میں آپ سے سیکھوں گا۔'' سیٹھ عثمان صاحب کو اپنے آدمی کے اس کارنامے کے بارے میں یہ معلوم ہوا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ تقریباً اچھلے!

میرے اور سیٹھ عثمان کی محبت اور مخلصانہ تعلق کی ایک آزمائش بھی آ ہی گئی۔ کئی سال تک سیٹھ صاحب مجھے معمولی گفتگو کے بعد تھوڑا بہت میرا نرخ کم کر کے کام دیتے رہے تھے۔ اس پر ان کے سٹاف کے کچھ لوگ حسد کرنے لگے۔ آخر ایک موقع پر ایک نئے کام کے میرے نرخوں کے بارے میں انہوں نے تقریباً یک زبان ہو کر کہا کہ یہ ریٹ بہت زیادہ ہیں۔ میں نے نرخ کم کرنا منظور نہیں کیا۔ چنانچہ سیٹھ صاحب نے کیس اپنے ہیڈ آفس کو بھیجا جہاں تعمیرات کے بڑے بڑے تجربہ کار اور معمر ڈائریکٹر تھے۔ انہوں نے بڑے غور سے دیکھا اور پھر میرے کیس پر سب کی یہ متفقہ رائے ہوئی جو انہوں نے سیٹھ عثمان کو لکھی:

''بھئی اس سے کم ریٹ کیا ہو''

چنانچہ یہ ثابت ہوگیا کہ سیٹھ عثمان صرف یک طرفہ مجھ پر عاشق نہیں تھے بلکہ وہ ایک پورے کاروباری انسان کی طرح اپنی کمپنی کے لئے بھی خوب فائدہ حاصل کر رہے تھے۔

اب آیئے اس عجیب وغریب انجینئرنگ کی قابلیت اور انسانی ہمدردی کی کہانی کا خاتمہ دیکھیں۔ میرے اور سیٹھ عثمان کے تعلقات میں حیا بہت تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی تعریفیں کرتے پھرتے تھے لیکن روبرو ہم نے کبھی ایک دوسرے کی تعریف نہیں کی تھی۔ آخر چار سال بعد وہ موقع آ گیا۔ جب سیٹھ عثمان بورے والا سے کرنافلی تبدیل ہو کر جا رہے تھے اس وقت میں ضبط نہ کر سکا اور کہا کہ:

''سیٹھ صاحب! مجھ پر آپ کے بہت زیادہ احسان ہیں''۔ سیٹھ صاحب فوراً جھکے اور جواب دیا ''نہیں نہیں میں نے تو آپ سے کام لیا ہے''۔ میرے انجینئرنگ کے کیریئر کی گہری اور مضبوط بنیادیں سیٹھ عثمان کے ساتھ گزارے عرصے میں ہی رکھی گئی تھیں۔ اتنے عرصے بعد بھی سیٹھ

(باقی صفحہ ۷ پر)

حلقہ گوجرانوالہ کے دوروزہ تربیتی پروگرام کی رپورٹ

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ کا تربیتی پروگرام ۱۶ جون بعد نماز مغرب بمقام الہدیٰ ایجوکیشن سنٹر سوہدرہ وزیرآباد شروع ہوا۔ رفقاء کی تعداد ۳۱ اور احباب ۹ تھے۔ نماز مغرب کے فوراً بعد درس قرآن مجید کی سعادت جناب شمس العارفین صاحب کو نصیب ہوئی۔ انہوں نے سورہ حم السجدۃ کی آیات ۳۰ تا ۳۶ کا درس دیا' جس میں ایمان پر استقامت کے نتیجہ میں جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا لیکن اس کے لئے صبر و عزیمت کے مراحل سے گزرنا ناگزیر ہے۔ اس کے بعد نئے رفیق تنظیم قاضی عبدالرؤف صاحب کو جو پہلی دفعہ تربیت گاہ میں شریک ہوئے ''مسلمانوں کی پستی کے اسباب'' کے موضوع پر دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے تحریری مقالہ پڑھا۔ قرآن و حدیث اور تاریخ سے استدلال پیش کئے اور ثابت کیا کہ امت مسلمہ جب تک قرآن کو اپنا امام نہ بنالے حالت زار تبدیل نہیں ہوسکتی۔

نماز عشاء کے لئے وقفہ کیا گیا تو بارش اور آندھی کے سبب ''برقی رو'' غائب ہوگئی۔ لالٹین کی روشنی میں نماز عشاء ادا کی اور کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد جناب محمد حسین صاحب نے ''نظام خلافت کی برکات'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ سونے کے آداب بیان کرنے کے ساتھ ہی رفقاء سونے کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔

صبح نماز فجر سے قبل بارش شروع ہوگئی۔ بعد از نماز فجر شاہد رضا صاحب نے ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کا مذاکرہ کرایا۔ اس کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کی سیرت پر جناب محمد اشرف صاحب نے سیر حاصل گفتگو کی۔ رفقاء نے سیرت صحابہؓ کے پروگرام کو تسلسل سے جاری رکھنے پر اصرار کیا۔

ناشتہ سے فارغ ہوکر جناب احمد علی بٹ صاحب نے قرآنی حکم ﴿لاتقنطوا من رحمۃ اللہ﴾ کے موضوع پر مذاکرہ کرایا۔ وہ پوری تیاری کر کے آئے تھے۔ تربیت گاہ کا آخری پروگرام جدید دور کے تقاضوں میں سے ایک نہایت اہم ''اسلام میں ٹیکسیشن کا نظام'' تھا۔ جناب حافظ مشتاق صاحب اس کے مقرر تھے۔ انہوں نے بلیک بورڈ کی مدد سے اس موضوع کا حق ادا کیا۔ سامعین کی معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔ راقم جو اس تربیت کا ناظم تھا' نے رفقاء کا شکریہ ادا کیا۔ مسنون دعا کے ساتھ پروگرام ختم ہوا۔ (مرتب: خادم حسین)

تنظیم اسلامی بہاولنگر کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی بہاولنگر جناب بھائی محمد منیر احمد کی سرکردگی میں دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے کوشاں ہے۔ منیر احمد بھائی کا تعارف امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے ابوظہبی میں ہوا اور امیر محترم کے خطابات سننے کے بعد انہوں نے پاکستان آنے کا فیصلہ کیا اور یہاں آکر رجوع الی القرآن کورس کیا اور ان کو بہاولنگر میں ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ اس وقت سے وہ اپنے فرائض بہت جانفشانی سے ادا کررہے ہیں۔

تنظیم اسلامی بہاولنگر کا ماہانہ اجتماع پہلے ہر ماہ کے پہلے جمعۃ المبارک کو منعقد ہوتا تھا۔ باہمی مشاورت سے اس میں تبدیلی کی گئی اور یہ اجتماع بروز اتوار قرار پایا' کیونکہ اتوار کو چھٹی ہوتی ہے اور فیصلہ کیا گیا کہ اس طرح جو رفقاء سرکاری ملازم ہیں ان کے لئے آسانی ہوگی۔ اللہ کے فضل سے اتوار کے روز یہ دوسرا ماہانہ اجتماع تھا جو الحمدللہ جمعۃ المبارک کی نسبت کامیاب رہا اور رفقاء اور احباب نے زیادہ تعداد میں شرکت کی۔ اس دفعہ یہ اجتماع یکم جولائی بروز اتوار منعقد ہوا۔

پروگرام کا آغاز ساڑھے گیارہ بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ لیاقت بھائی نے سورۃ القمر کی آیات تلاوت فرمائیں۔ اس کے بعد راقم الحروف نے مطالعہ لٹریچر کے پروگرام میں ''نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' جو امیر محترم ہی کے خطاب پر مشتمل کتابچہ ہے' کے نصف ثانی حصہ کا مطالعہ کروایا۔ واضح ہو کہ نصف اوّل کا مطالعہ جون کے ماہانہ اجتماع میں کروادیا گیا تھا۔ مطالعہ سے واضح ہوا کہ ہمارا نبی اکرمؐ سے تعلق چار بنیادوں پر استوار ہے۔ ۱۔ آپؐ پر ایمان ۲۔ آپؐ کی توقیر و تعظیم ۳۔ آپؐ کی نصرت وحمایت ۴۔ جو نور حضورؐ پر نازل فرمایا گیا' یعنی قرآن حکیم اس کی اتباع۔

اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی بہاولنگر منیر احمد بھائی نے منتخب نصاب نمبر۲ میں سے درس دیا جس کا موضوع تھا ''دین کی فرضیت اور اس کے لئے زور دار دعوت''۔ یہ درس سورۃ الشوریٰ کی آیات ۱۳ تا ۱۷ اور ۴۷' ۴۸ پر مشتمل تھا۔ درس ایک گھنٹہ جاری رہا اور واضح کیا گیا کہ تمام انبیاء کو ایک ہی دین عطا کیا گیا اور حکم فرمایا گیا کہ اس دین کو قائم کرو اور تفرقہ نہ ڈالو یعنی دین کے ٹکڑے مت کرو۔ اور مشرکوں پر یہ بات بڑی بھاری ہے کہ اس دین کی طرف دعوت دی جائے' کیونکہ دین صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ پورا نظام زندگی' عدل وقسط پر قائم ہو جس میں حاکم مطلق کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نظام عدل کے خلاف جو بھی دین قائم ہو وہ مشرکانہ نظام ہے اور اسی نظام کے ساتھ حکمرانوں کے مفاد وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ بات ان پر بہت بھاری ہوتی ہے اور حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آئی کہ آپؐ استقامت کے ساتھ اس دین کی طرف دعوت دیں اور کسی کی خواہش نفس کی پرواہ نہ کریں۔ آپؐ نے مسلسل جدوجہد کر کے یہ نظام عدل وقسط قائم کیا۔ آج امت کے سامنے حضورؐ کی زندگی کھلی کتاب کی مانند ہے اور امت کا بھی یہی فرض ہے کہ آج اللہ کا دامن مغلوب ہے لہٰذا اسوۂ رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے ہم دعوت بذریعہ قرآن اور خاص طور پر پورے دین کی دعوت لوگوں کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ اور واضح کررہے ہیں کہ یہ کام جماعت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور جماعت بھی سمع وطاعت پر قائم ہو جس کا مقصد صرف تکبیر رب اور اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ اسی کے لئے تنظیم اسلامی امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی سرکردگی میں کوشاں ہے۔

اس کے بعد نماز ظہر اور کھانے کا وقفہ ہوا۔

تین بجے راقم الحروف نے درس حدیث دیا جس میں حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی حدیث زیر بحث آئی جس میں نبی اکرمؐ نے پانچ مختلف ادوار گنوائے یعنی ۱۔ دور نبوت ۲۔ دور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ۳۔ ملوکیت ۴۔ ظالمانہ ملوکیت اور ۵۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ منیر احمد نے وضاحت فرمائی کہ اب اللہ کے فضل سے غلامی کا دور آخری سانس لے رہا ہے اور ان شاء اللہ کل روئے ارضی پر اللہ کے دین کا غلبہ ہوگا' مگر اس کے لئے زبردست محنت اور جہاد کی ضرورت ہے' جو ہم ہی نے کرنا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم اپنی صلاحیتیں دنیا حاصل کرنے کے لئے کھپاتے ہیں یا حضورؐ کے جانثاروں کی طرح دین کی خاطر کھپاتے ہیں۔

اس کے بعد چند اعلانات ہوئے اور یہ اجتماع ۵ بجے اختتام کو پہنچا اور چشتیاں' فورٹ عباس' کھچی والہ سے آئے ہوئے رفقاء جوش اور ولولے کے ساتھ گھروں کو لوٹے۔

(مرتب: ذوالفقار علی)

تنظیم اسلامی ملتان کی ماہانہ شب بیداری

مورخہ ۳۰ جون بروز ہفتہ تنظیم اسلامی ملتان کی ماہانہ شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں محترم انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے درس قرآن کی سعادت حاصل کی۔ موصوف گزشتہ چند ماہ سے باقاعدگی سے درس قرآن کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ اگرچہ یہ شب بیداری گزشتہ دو سال سے باقاعدگی سے ہو رہی ہے لیکن جب سے محترم فاروقی صاحب نے آنا شروع کیا ہے تو اس پروگرام میں گویا جان پڑ گئی ہے۔ ہر آنے والے پروگرام کی کارکردگی پہلے سے بہتر ہوئی ہے۔

پروگرام کے مطابق مغرب تا عشاء محترم فاروقی صاحب کا درس قرآن ہوتا ہے۔ اس بار موصوف نے ''فتنہ دجال اور اس سے بچنے کا راستہ'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا مغرب کی چکا چوند تہذیب جس کا پوری دنیا میں غلبہ ہے' دراصل یہ ایک دجالی تہذیب ہے اور ہم قرب قیامت کے حالات سے گزر رہے ہیں۔ آپ نے سورۃ طٰہٰ کی روشنی میں حضرت آدم اور ابلیس کے قصے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطان نے ان دونوں کو بہلا پھسلا کر گمراہ کردیا لیکن آدم کی یہ پہچان ہے کہ فوراً اپنی غلطی پر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اپنے گناہ کی معافی مانگتا ہے اور ابلیس اپنی سرکشی میں نہ صرف ہٹ دھرمی کا باعث بنتا ہے بلکہ نوع انسانی کی گمراہی کا دجال بھی اس کے ذمے ہے۔ آپ نے حضرت آدم سے لے کر آج تک پوری تاریخ نوع انسانی کو بڑے ہی مختصر الفاظ میں گویا دریا کو کوزے میں بند کردیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ آج ہم جس مقام پر کھڑے ہیں انتہائی ذلت اور پستی کا

مقام ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں کون سی برائی ہے جو کہ نہ ہو۔ آج ہر گھر میں ڈانس' ناچ گانا' معاشرے میں کرپشن' ڈاکہ زنی' قتل و غارت اور بے سکونی کی فضا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص پہلے خود دین پر عمل کرے اور اپنی ذاتی زندگی میں نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور قانون خداوندی کے نفاذ کے لئے عملی جدوجہد کرے۔ درس قرآن کی اس محفل میں ۱۴۰ افراد نے شرکت کی۔

عشاء کی نماز کے بعد درس حدیث ہوا جس کی ذمہ داری جناب چوہدری محمود الٰہی صاحب نے ادا کی۔ درس حدیث کے بعد محترم فاروقی صاحب نے علامہ اقبال کی مشہور نظم ''خطاب بہ جوانان مسلم'' سامعین کو پڑھائی اور اس کی تشریح بھی کی۔ اس کے بعد سیرت صحابہ کا مطالعہ کروایا گیا جس کی ذمہ داری تنظیم اسلامی ملتان شہر کے امیر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی صاحب نے ادا کی۔ اس کا دورانیہ تقریباً آدھا گھنٹہ تھا۔ اس کے بعد ۱۱ بجے شب تمام سامعین کی خدمت میں اجتماعی کھانا پیش کیا گیا۔ جس میں ۱۰۰ افراد نے شرکت کی۔

اس پروگرام کی کامیابی میں جہاں تک تشہیر کا تعلق ہے تو اس کی بھرپور تشہیر کی جاتی ہے۔ مزید برآں نقباء کی خصوصی محنت کو نظر انداز کرنا بھی ان کی حق تلفی ہوگی۔ ان کی محنت اور جذبہ بھی ناقابل بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام منتظمین اور جملہ شرکاء کو صراط مستقیم پر رکھے اور علم کے ساتھ ساتھ ان کو عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

(مرتب: شہباز نور)

تنظیم اسلامی لاہور (شمالی) کا ماہانہ دعوتی اجتماع

یہ اجتماع بروز اتوار مورخہ ۲۴ جون ۲۰۰۱ء بعد نماز مغرب جامع مسجد نور واقع گلستان کالونی' مصطفیٰ آباد لاہور کے کشادہ ہال میں منعقد ہوا۔ رفقاء و احباب کی حوصلہ افزاء حاضری اور وفور شوق سے ہال مزین تھا۔ امیر مقامی تنظیم جناب اقبال حسین کی مدلل گفتگو بعنوان ''کیا واقعتاً ہم حضور اکرمؐ کے امتی ہیں؟'' پوری توجہ و انہماک سے سنی جارہی تھی۔ مقرر اور مخاطب دونوں کا ''ہاٹ لائن'' رابطہ تھا۔ آخر کیوں نہ ہوتا! دلائل کا منبع قرآن ہو' شواہد کا مرکز نمونہ کاملہ ہو اور وفا شعار جماعت صحابہؓ کے آثار کا تذکرہ ہو تو لازمی نتیجہ اس کا یہ تو نکلتا ہی ہے کہ ایک دفعہ دماغ میں سرسراہٹ' دل میں حرکت اور ایمان میں برکت پیدا ہوتی ہے' بالآخر یہی روشنی عمل میں سرایت کا سبب بن جاتی ہے/ بن سکتی ہے۔

فاضل مقرر نے حضورؐ کے امتی کے شرف و اعزاز کو نبھانے کی خاطر سامعین کو یاد دلایا کہ ''نور کا اتمام ابھی باقی ہے'' اس فریضے کی انجام دہی جماعتی زندگی کا تقاضا کرتی ہے۔ فریضہ ''اقامت دین'' کی بجاآوری کے لئے سمع و طاعت پر موقوف منضبط و مستحکم نظم والی جماعت درکار ہے اور تنظیم اسلامی اسی سمت گامزن ہے۔ جناب اقبال حسین نے باور کرایا کہ آپ لوگ۔ جماعتی زندگی اختیار کرنے کے لئے جہاں دیگر دینی یا مذہبی تحریکوں' تنظیم کی بابت سوچیں وہاں تنظیم اسلامی کی فکر اور

لٹریچر کا مطالعہ بھی کریں نیز ان سب کی اہداف اور مسارعت و مسابقت کا بھی تجزیہ کریں تاکہ مناسب و معقول نتیجہ اخذ کر کے اپنی ذمہ داری باحسن و خوبی ادا کرسکیں۔ یہ اجتماع قبل از نماز عشاء بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوگیا۔

بقیہ: منبر و محراب

جائے گا جو کسی طور ہمارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔

بعض اخبارات میں مجھ سے یہ بات بھی بالکل غلط طور پر منسوب کی گئی ہے کہ بھارتی ریاستوں سے متعلق قائداعظم کے علاوہ علامہ اقبالؒ نے بھی تھرڈ آپشن کی بات کی تھی حالانکہ علامہ اقبال کی زندگی میں ایسی کسی بات کے کہے جانے کا موقع ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔ میں نے اپنی حالیہ پریس کانفرنس کے موقع پر کہا تھا کہ قائداعظم اور علامہ اقبال دونوں کی رائے اور خواہش یہ تھی کہ تقسیم ہند کے بعد دونوں ملکوں میں دوستانہ روابط پروان چڑھیں گے۔ اگر مسئلہ کشمیر حل ہوگیا تو واقعتاً ہمیں قائد اور اقبال کی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کا موقع ملے گا اور ہمیں اسلام جیسے اعلیٰ نظریہ حیات اور کامل نظام زندگی کا حامل ہونے کی صورت میں بھارتی ہندو تک اللہ کا پیغام پہنچانے کا موقع حاصل ہوگا جس میں ایک بڑی رکاوٹ مسئلہ کشمیر کے باعث پیدا ہونے والی مسلم ہندو باہمی منافرت ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

عظیم الشان **عمرہ** پیکیجز

حکومت کی نئی **عمرہ** پالیسی کے مطابق

عمرہ کی سعادت حاصل کیجئے

نہایت کم اخراجات میں

AFFORDABLE FOR EVERYONE

Stay Period	Hotel	Flats
2 days	Rs.30,870/-	---
4 days	Rs.32,090/-	Rs.31,550/-
7 days	Rs.36,100/-	Rs.33,520/-
9 days	Rs.37,080/-	Rs.34,200/-
14 days	Rs.39,600/-	Rs.35,765/-

بمعہ ہوائی ٹکٹ خصوصی رعایت کے ساتھ

(**نوٹ: ان چارجز میں ہوائی کرایہ شامل ہے**)

مکہ ٹریولز اینڈ ٹورازم کی خصوصی پیشکش' درج ذیل اضافی سہولیات کے ساتھ عمرہ کیجئے

☆ ائرپورٹ سے مکہ اور دیگر مقامات تک **ائر کنڈیشنڈ بسوں** میں نقل و حمل کی سہولت
☆ حرمین سے حسب خواہش فاصلے پر **تو' تھری' فور اور فائیو سٹار ہوٹلوں** میں قیام کی سہولت
☆ **ویزہ کی پروسیسنگ** اور پی آئی اے یا سعودی ایرلائن کے ریٹرن ٹکٹ کی فراہمی کی سہولت
☆ 7 دن یا زیادہ قیام کے پیکیج میں مکہ اور مدینہ کے مقدس مقامات کی بلا معاوضہ زیارت کا اہتمام
☆ عازمین **عمرہ** کی رہنمائی کے لیے مستعد عملہ ہمہ وقت خدمت میں پیش پیش
☆ 12 سال سے کم عمر ایک بچے کو والدین کے ساتھ فری رہائش کی سہولت

ان عازمین **عمرہ** کے لیے جن کے عزیز و اقارب سعودی عرب میں مقیم ہیں'
خصوصی رعایتی پیکیج دستیاب ہیں

ضروری ہدایات:
۱۔ اوریجنل پاسپورٹ
۲۔ دو عدد فوٹو گراف
۳۔ اوریجنل شناختی کارڈ
ہمراہ لائیں

گروپ تیار ہیں
آج ہی تشریف لائیں

مجاز نمائندہ — مزید تفصیلات کے لیے رابطہ — آپ کی خدمت میں پیش پیش

مکہ ٹریولز اینڈ ٹورازم

19 سنٹرل کمرشل مارکیٹ' بنک سکوائر' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5885270' 5832905 ای میل: umertax@brain.net.pk
لاہور میں دوسرا رابطہ۔ **ٹریول فاسٹ (پرائیویٹ) لمیٹڈ'**
کیولری گراؤنڈ لاہور فون: 6666053-057

رفقاء تنظیم متوجہ ہوں: پنجاب اور سرحد کے وہ رفقاء جو **مکہ ٹریولز اور ٹورازم** کے لیے اپنے اپنے علاقوں میں بطور ایجنٹ کام کرنا چاہتے ہوں فوری رابطہ کریں۔ **عمر شکیل** فون (لاہور) 5885270' 5832905

oral truth and the adoption of moral relativism - i.e. the absence of absolute moral standards, the rejection of the existence of an objective, transcendent, universal moral order, the assertion that right and wrong are determined solely be personal or cultural preference according to circumstances. This picture is very much depicted by PTV's "Gender Watch" programme if watched seriously. These messages are surely but subtly given to us in the PTV plays written by such liberal writers in a very sugarcoated way.

If there are no absolute standards applying to all cultures at all times, then how can we criticise alternative "lifestyle" choices such as, say Nazism or "Talibanisation" and assert the superiority of America's liberal democracy over the congeries of corrupt, poverty-producing tyrannies that adorn the world' "rainbow of cultures"?

The rejection of absolute moral standards also undermines the civic virtue and moral strategic clarity. Virtue means conforming to certain standards of right. Absent those standards, others can be no virtue, and virtues such as courage becomes meaningless and purposeless. If Pakistan possesses no special moral worth, and if there is not right, then how can there be stout hearts devoted to its cause? Or how can we distinguish friends from enemies or achieving lasting peace? We went for Jihad against the Soviet Union, because we were told "the Russians do not believe in God and do not allow the Afghans to stick to their religion" and they "came to Afghanistan to save the regime in power." Today, the same is being preached to us by the US to keep religion aside and the same US is occupying Saudi Arabia and Kuwait to save their respective regimes. But the Afghanistan logic is no more applicable.

Without moral standards, peace-making becomes a mechanistic, value neutral and ultimately futile exercise of balancing morally equated claimants through the gimmickry of diplomatic process (e.g. the Middle east "peace process" and Chemical Weapons convention) rather than the search for a just order, which is the prerequisite for true peace.

Pakistan will assuredly face grave threats again. When they materialise, will we still have enough latent moral clarity to discern them in time to prevent war or internal break up? Will Pakistan have moral leaders, patriotic elites and a citizenry willing to sacrifice for its cause?

Our liberal elites and so-called social workers are doing much to ensure that we will have none of this. They have forgotten the fact that liberalism can never - and ever -- replace faith. **With few exceptions, most of our educational institutions and non-governmental organisations have become the incubators of the moral-intellectual diseases that weaken our nation's immune system.** Without true faith and a belief in religious norms and values, we will have Muslims, but not for long.

So, what to do? The answer lies in moral leadership throughout our society and educational system in particular. We must have the courage to identify and combat the academic ills responsible for producing moral-compass-less generation through the honest academic governance, administration, scholarship and teaching. Only when this internal threat to Islamic Republic of Pakistan is systematically recognised and neutralised will Pakistan's liberty truly be achieved.

Would that I were dust!

What of the time when hands and feet
Will have their tales to tell
What of the time when oceans will
Boil over with a swell
What of the time when a deafening noise
Will bring them all to hell
So is this where their years of toil
have brought them all to dwell
O woe to them, O woe indeed
Yes woe will suit them well
What made you then your Lord forget?
What made you disobey?
You that were raised from nothingness
You born of dust and clay
Their faces drenched in darkness then
Will have but this to say
Before I took this deep deep plunge
Into the sea of lust
Would that I were nothingness
O would that I were dust!!

Amina Nasim Khawaja

View Point

Abid Ullah Jan

The disease of moral relativism.

Apart from the obvious reasons, one is consistently overlooked: the erosion of that elemental moral sense that is provided by faith and which enables us to discern and anticipate danger. It is the thesis of this observer that this immunological deficiency derives from the failure of our schools and universities to cultivate those qualities of heart and soul which make effective peace and security possible in the first place.

One of those qualities is patriotism. One cannot effectively defend a country which one neither understands nor appreciates. Most of our educated countrymen are busy changing sides from being socialists at the time Soviet Union at its zenith to liberal secularism as now the West is pulling all the strings. How can one be a patriot when he constantly challenges the genesis of his country? It has been precisely the faith and that love of an independent country, which inspired millions to die and leave their homes for Pakistan.

A second quality is civic virtue, expressed primarily by physical and moral courage. National defence can succeed only if the people have strongly-held faith and convictions about the worthiness of Pakistan along the courage to risk the lives to defend it. **Security, as Solzhenitsyn declared, comes not from nuclear umbrellas - as the Soviet example shows us; but from "stout hearts and steadfast men" - as the Taliban are demonstrating to all the Muslims around the world. Without a UN seat, without a recognition by the West and with all the economic sanctions, Afghanistan is still better off than the dependent Pakistan by the virtue of faith its leaders have in Allah and their independence.** To a liberal eye, however, Afghanistan looks like a baron skull as shown in the November 19, 1999 cartoon in the Frontier Post.

The third quality, moral clarity (not value neutrality that the liberals are propagating these days) - makes prudent patriotism possibfe in the first place. With clear comprehension of right and wrong, one can distinguish friends from enemies and lesser evils from greater evils. When the truth and falsehood are blended, labelled as "moderate," and accepted with pride, all distinctions between good and bad become blurred. Without such distinctions, coherent security strategies and effective peace making are impossible. And this is the third dimension of the US war on our religious identity that is difficult for most of us to comprehend. For us it is a simple issue of secularism Vs religion, but its consequences are far more serious than generally understood.

In a collective dereliction of civic duty, our schools and universities have not only failed to transmit and nurture these qualities but have spawned moral and intellectual diseases which undermine them. Simply inducting Islamiat in curriculum is not enough if the element of faith is not properly inculcated by the faculty members. And that's why there is a war on religious institutions which have been there for centuries but suddenly became the terrorist bastions as a result of systematic propaganda from the West.

The most salient of these maladies, which is deadly to honest scholarship is the rejection of the very idea of truth - the laws of nature. Denial of truth enables the US and its allies to extend their influence through the illusions of liberalism and secularism, which, in turn, erodes our uniquely Islamic brand of tolerant patriotism. Secular of liberal democratic status makes an Islamic country a ' dubious enterprise - one not really worth defending. **Instead of portraying Pakistan's legacy, for instance, as history's successful experiment in obtaining independence from the British rule on the grounds of "Two nations theory," the liberals wrongly portray it as a result of economic depravity of the masses and a struggle for secular countries. If secularism was the objective, it could have been served in one state as well.**

The result is the erosion of Islamic identity, the rise of separate ethnic group identities and the consequent Balkanisation of Pakistan. A Pakistan so divided on ethnic, or national line is vulnerable to divide-and-conquer strategies by foreign enemies. Increasingly missing is education about the unique tie, which binds us all together as Pakistanis. That tie is our common faith and dedication to the ideal and ideology of Pakistan, which liberal elites surely would not sign if they were not honest about it. They simply do not believe in the central proposition and the genesis of Pakistan.

The failure to cultivate appreciation of our founding ideas threatens us more than it would conventional nation-states, because our nationhood derives less and less from centuries of common memories, language and ethnicity than from the conscious transmission of our faith to each new generation.

Denial of truth also enables the liberals to hold Pakistan to preserve standards, which they impose on our culture, thus denigrating our religious norms and values. They even invent outright myths (for instance in the case of honour killing) to pursue their political agendas. So, according to much of today's professoriat, interpretations of historical events, as well as philosophical principles, can be true for this group or that group, but never in and of themselves. That is because they acknowledge no absolute standards for judging these events.

Rejection of religion and faith thus depends on the denial of ultimate.

Vol : 10 | Regd. CPLNo. 127 | No. 26

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

☆ اللہ کے ''اذن'' اور اللہ کی ''رضا'' سے کیا مراد ہے؟

☆ کیا حقوق العباد کی عدم ادائیگی محض توبہ سے معاف ہوسکتی ہے؟ ☆ کیا ہندوؤں کی بعض کتابیں ''الہامی'' ہیں؟

☆ کیا اپنے وطن کی خاطر جان دینے والے کو ''شہید'' کہا جاسکتا ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: اللہ کے ''اذن'' اور اللہ کی ''رضا'' پر روشنی ڈالئے۔

ج: ''اللہ کی رضا'' بالعموم جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے ان میں اللہ کی خوشی' اللہ کی رضا مندی اور اللہ کا فیصلہ شامل ہے۔ اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ ایسے افعال اور کام کئے جائیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے اور ان افعال سے اجتناب کیا جائے جو اللہ کی ناراضگی کا موجب بنتے ہیں۔ اللہ کی رضا پر راضی رہنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے ہر فیصلے کو بسروچشم قبول کیا جائے اور کوئی شکوہ شکایت زبان پر نہ آئے خواہ بظاہر وہ معاملہ انسان کے لئے تکلیف اور صدمہ پہنچانے والا ہو۔ جبکہ اللہ کے ''اذن'' سے مراد کسی بھی عمل کی اللہ کی طرف سے اجازت کا ہونا ہے۔ ﴿اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا ......﴾ ''تمہیں اجازت ہے کہ چاہے تم ہمارے شکر گزار بندے رہ کر زندگی گزارو یا چاہے ناشکری اور کفرانِ نعمت کرو۔'' لیکن ﴿اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا﴾ ''اگر کفر کی روش اختیار کرو گے تو جان لو کہ ہم نے تمہارے لئے بیڑیاں اور زنجیریں اور جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔'' تو درحقیقت معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر طرح کے عمل کی اجازت دے رکھی ہے کہ چاہے تو وہ نیک راہ اختیار کرے اور اگر چاہے تو بدی پر چلتا رہے..... ایسا نہ ہو تو پھر جبر ہو جائے گا' پھر نہ کسی کے لئے اجر و ثواب ہونا چاہئے اور نہ کسی کے لئے سزا۔

س: کیا ''شہید'' سے مراد صرف وہی شخص ہے جو اللہ کے دین کی خاطر جنگ کرتا ہوا مارا جائے' یا اپنے وطن کی خاطر جان دینے والا بھی اسی زمرے میں آئے گا؟

ج: شہادت کا اعلیٰ ترین درجہ تو یہی ہے کہ خالصتاً اللہ کے دین کے غلبے کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے اپنی جان دے دی جائے' البتہ اس سے کم تر بھی شہادت کے رتبے ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ بھی شہید ہے''۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ اس کا رتبہ شہید فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہوگا۔ صدیقین اور صالحین کی طرح شہداء میں بھی علیحدہ علیحدہ درجات ہیں۔ اس حوالے سے یقیناً یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی مسلمان ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے جان دینا بھی ایک طرح کی شہادت ہی ہے۔

س: کیا حقوق العباد بھی حقوق اللہ کی طرح محض توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں یا ان کے لئے ان لوگوں کی معافی حاصل کرنا لازم ہے جن کا حق مارا گیا ہو؟

ج: حقوق العباد کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی یا کمی کو توبہ کے ذریعے معاف نہیں کرایا جا سکتا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی غاصب کی بخشش نہیں کرے گا جب تک وہ اس شخص سے معافی طلب نہ کرلے جس کا اس نے حق غصب کیا ہے۔ بعض احادیث کی رو سے اس ضمن میں دوسری صورت یہ ہو گی کہ حساب کتاب کے دوران غاصب کی کچھ نیکیاں اس شخص کو دے دی جائیں گی جس کا حق مارا گیا ہو۔ اگر نیکیاں میسر نہ ہوں تو پھر ستم رسیدہ شخص کے کچھ گناہ اس غاصب کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اس حوالے سے وہاں پورا لین دین ہو جائے گا۔

س: ہندوؤں کی بعض کتابوں میں بھی حضور اکرم ﷺ کا ذکر ملتا ہے۔ کیا اس سے یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ ان کی کتابیں بھی الہامی ہیں؟

ج: اس معاملے میں اگرچہ یقین کے ساتھ تو نہیں کہا جا سکتا لیکن گمان ہے کہ ہندوؤں کی بعض کتابیں الہامی ہو سکتی ہیں۔ دراصل آسمانی کتابوں کے حوالے سے یقین کے ساتھ تو صرف چار کتابوں یعنی توریت' انجیل' زبور اور قرآن مجید کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے پہلی تین کتابیں تحریف شدہ حالت میں جبکہ قرآن مجید اپنی اصلی صورت میں آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ اگرچہ قرآن مجید میں پانچویں الہامی کتاب کا ذکر صحف ابراہیم کے حوالے سے کیا گیا ہے لیکن موجودہ دور میں اس نام کی کتاب کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ اس اعتبار سے ایک رائے یہ ہے کہ شاید ہندوؤں کی مقدس کتاب ''اپنشد'' صحف ابراہیم ہی کی کوئی بگڑی ہوئی شکل ہو' لیکن یہ یقینی طور پر کوئی طے شدہ بات نہیں ہے۔ اس گمان کی بنیاد اس امر کو بنایا جا سکتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہندوستان میں کوئی نبی یا ہادی آیا ہی نہ ہو۔ قرآن مجید کی رو سے ایسا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ: ﴿وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ﴾ یعنی ''ہم نے ہر قوم کے اندر ہادی بھیجے ہیں''۔ اسی طرح ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ﴾ ''کوئی بستی ایسی نہیں ہے کہ جس میں کوئی خبردار کرنے والا' ڈرانے والا نہ آیا ہو۔'' لہٰذا اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ یہاں بھی انبیاء کرام کی آمد ہوئی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا یہ کشف تھا کہ دریائے ستلج کے مشرقی علاقے میں تین انبیاء مدفون ہیں۔ اس علاقے کا بیشتر حصہ اب ہریانہ میں ہے۔ یہاں پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر راکھ کے ٹیلے ملتے ہیں جن کی کھدائی کی جائے تو اندر سے گھریلو سامان برآمد ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ دریائے گنگا سے قبل ہندوؤں کا مقدس دریا سرسوتی (سرس وتی) بھی اسی علاقے سے گزرتا تھا جس کا اب کوئی نشان نہیں ملتا۔ ان نشانیوں کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس علاقے میں بھی شاید انبیاء آئے ہوں اور پھر کوئی رسول بھی آیا ہو جس کی تکذیب کے نتیجے میں وہاں عذابِ الٰہی کا نزول ہوا اور اس قوم کو تباہ و برباد کر دیا گیا ہو۔ واللہ اعلم!

ضرورت ہے

شعبہ سمع و بصر کے اسٹاک کو بذریعہ کمپیوٹر Maintain کرنے کی صلاحیت اور آڈیو/ویڈیو ریکارڈنگ کی معلومات رکھنے والے دینی مزاج کے حامل شخص کی ضرورت ہے۔

رابطہ: انجمن خدام القرآن سندھ

قرآن اکیڈمی' خیابان راحت' درخشاں ڈیفنس فیز 6 کراچی

فون: 5855219-5854036 فیکس: 5840009

ای میل: quran@fascom.com